الحاد کا دروازہ

تالیف

شیخ الاسلام، محقق جلیل، امام محمد زاہد الکوثریؒ

ولادت: ۱۲۹۶ ہجری، ۱۸۷۹ عیسوی

وفات: ۱۳۷۱ ہجری، ۱۹۵۲ عیسوی

مترجم و محشی

محمد انوار خان قاسمی بستوی

([illegible])

منصور حیدر راجہ

Published by

Deoband Islamic Center

(For Da'wah and Research)

Shahre Tayyib, Behind Eidgah, Khanqah, Qasimpura Road,
Deoband, Saharanpur, UP, India, Pin: 247554

Website: www.deobandcenter.com, Email: deobandcenter@gmail.com, Cell: +91 888 111 5518

امام کوثریؒ سیریز نمبر: ۲

غیر مقلدیت

الحاد کا دروازہ

تالیف

شیخ الاسلام، محققِ جلیل، امام محمد زاہد الکوثریؒ

ولادت: ۱۲۹۶ ہجری، ۱۸۷۹ عیسوی

وفات: ۱۳۷۱ ہجری، ۱۹۵۲ عیسوی

مترجم و محشی

محمد انوار خان قاسمی بستوی

(بانی و چیئر مین انڈو عرب ملٹی لنگول سروسز، و صدر دیوبند اسلامک سینٹر)

Published by

Deoband Islamic Center

(For Da'wah and Research)

Shahre Tayyib, Behind Eidgah, Khanqah, Qasimpura Road,
Deoband, Saharanpur, UP, India, Pin: 247554

Website: www.deobandcenter.com, Email: deobandcenter@gmail.com. Cell: +91 888 111 5518

Printed & Distributed by

Maktaba Sautul Qur'an

Madani Market, Deoband, 247554, Email: faizulhasanazmi@gmail.com,

نام کتاب: غیر مقلدیت-الحاد کا دروازہ
تالیف: شیخ الاسلام امام محمد زاہد الکوثریؒ
مترجم و محشی: محمد انوار خان قاسمی بستوی
ایمیل: anwarkhanqasmi@gmail.com
صفحات: ۵۶
تعداد: ۱۱۰۰
پہلا ایڈیشن: ۲۰۱۲ء/۱۴۳۴ھ
قیمت: ۴۰ روپے
باہتمام: فیض الحسن اعظمی
کمپوزنگ: اِنڈو عرب ملٹی لِنگول سروسز، شہرِ طیب، عقب عید گاہ، دیوبند

ناشر

دیوبند اسلامک سینٹر فار دعوہ اینڈ ریسرچ
قاسم پورہ روڈ، شہرِ طیب، عقب عید گاہ، دیوبند، ٹیلیفون: 01336 222 557
مع اشتراک
مکتبہ صوت القرآن، دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی، موبائل: 93589 11053

ملنے کے پتے

فہرست

تمہید

غیر مقلدیت: الحاد کا دروازہ

حرفِ آغاز

مذہبِ اسلام کو روزِ اول ہی سے عیار اور مکار قسم کے دشمنوں کے کید و مکر کا سامنا رہاہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان اندرونی مخفی دشمن سے پہونچا ہے جو بظاہر اسلام کی ہمنوائی کرتے تھے؛ لیکن ان کے قلوب نورِ اسلام سے مطمئن نہ تھے، اور انھیں دین کا صحیح تصور اور شریعتِ اسلامی کی صحیح فہم میسر نہ ہو سکی جس کی بناپر ایسے لوگ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے درپے رہتے تھے۔ اسی لیے علماءِ اسلام نے دشمنانِ اسلام کے حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، یہاں تک کہ یہ حضرات ان لوگوں کے مکر اور سازشوں کو ناکام بنانے میں اور رشد وہدایت کی متلاشی انسانیت کے لیے راہِ اعتدال کی نشان دہی کرنے میں پورے طور پر کامیاب ہو گئے۔ علماءِ اسلام نے دین کو نقصان پہونچانے والے عناصر اور ان کے شبہات کا کلی خاتمہ کیا اور ان کے اعتراضات اور تشکیکات کے کھوکھلے پن کو اپنی زندہ جاوید تصانیف کے ذریعہ واشگاف کرنے میں تن دہی کے ساتھ اپنا فرض انجام دیا۔

لیکن دشمنانِ اسلام بھی چین سے بیٹھنے والے نہیں تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ اسلام کی روشنی ان کی آنکھوں کو چکاچوند کر رہی ہے اور ان کے لیے مسلسل کلفت اور کبیدگی کا باعث بنی ہوئی، اس لئے سارے غیر اسلامی ادیان و مذاہب یک جٹ ہو کر اسلام کو تباہ کرنے کے لیے متحد ہو گئے۔ لیکن جب یہاں بھی ان کے چھکے چھوٹ گئے، اور ایمانی لشکر و جلال کے سامنے ان کا پتہ پانی ہو گیا، تو پھر اس گروہ نے یہ منصوبہ بندی کی کہ سب سے مضبوط اور طاقتور طریقہ جس سے اسلام پر ضربِ کاری لگائی جاسکتی ہے وہ صرف اور صرف اسلام پر اندرونی حملہ کرنا ہے۔ اس ناپاک مقصد کے لیے اس گروہ نے اپنے ایجنٹوں اور اپنے مادی تعلیمی یافتہ لوگوں پر وافر مال و دولت خرچ کرنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا میں ان کے

کئی ادارے، یونیورسٹیاں، اور علمی ریسرچ کے مراکز ظہور پذیر ہوگئے، جس کا واحد مقصد دینِ اسلام پر حملہ کرنا اور اہلِ ایمان کے اندر ایمان کی چنگاری کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ ان استشراقی اداروں کے ذریعہ دینِ اسلام کی تعلیمات پر اعتراضات کرنا اور اس کے متبعین کے ایمان ویقین کی بنیادوں کو متزلزل کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمنانِ اسلام کے لٹریچر میں ایسی چیزیں ملتی ہیں جو بہتان تراشی، اور صریح کذب وافترا پر مبنی ہوتی ہیں۔ یہ لوگ عموماً ایسے مسائل ابھارنا چاہتے ہیں جو صدیوں پہلے مفروغ عنہ ہو چکے ہیں، اور علماءِ اسلام نے بہت پہلے ہی اس کی تردید کر دی ہے۔ اس طرح کی خرافات کو بنیاد بنا کر اسے عوام الناس کے سامنے اسلام کی اصل صورت کے طور پر پیش کرنا، اور پھر اسلام کو ہدفِ تنقید بنانا، اور اس کے لیے ایک جماعت کو تیار کرنا اس یہودی اور سامراجی طاقت کا ایک بہت بڑا اور طاقتور مشن ہے۔

ہر زمانہ میں اس دینِ متین کی جانب سے دفاع کرنے والوں کی ایک مخلص جماعت ہونی چاہیے جو اسلام کی عظمت اور اس کی تعلیمات سے سرشار ہو، اور مخالفین کے باطل شبہات کو طشت از بام کرنے کے لیے ہمہ وقت علمی اور عملی طور پر بھرپور لیس ہو۔ اس طرح کی ایک مخلص جماعت کی اس وقت اور بھی ضرورت ہے کیوں کہ دین کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہوگا جس پر خارجی اور داخلی طور پر شدید یلغار نہ جاری ہو۔ آج ملت انتہائی نازک دور سے گذر رہی ہے، اور تقریباً اس کی چولیں ہلا دی گئی ہیں، اور امتِ مسلمہ کو علمی، فکری اور جنگی طور پر ہر طرف سے یلغار کے لیے ایک نازک نشانہ بنالیا گیا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہی سماج کے کچھ لوگ مخالفین کی سازشوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ آج کا ماڈرن طبقہ جدید خیالات اور باطل ماڈرن نظریات کی زد میں پورے طور پر آچکا ہے۔ کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ علمی، اخلاقی اور روحانی تباہی کے دہانے پر پہونچ چکے ہیں۔

ہمارے سماج میں ایک گروہ ایسا پایا جاتا ہے جو دشمنانِ دین کے جال میں پورے طور پر پھنس چکا ہے اور نادانستہ طور پر ان کے کام کو آسان بنانے میں ان کی مدد کر رہا ہے، اور

خود ہماری ہی جڑیں کھوکھلی کرنے میں لگا ہوا ہے۔ یہ حضرات علومِ شرعیہ کے ساتھ کھلواڑ کرنے لگے ہیں اور علماءِ امت اور فقہاءِ دین کا شکر ادا کرنے کے بجائے، انھیں ہدفِ ملامت تک بنانے سے گریز نہیں کرتے۔ سلفِ صالح کی مذمت اس فرقہ کا شعار بن چکا ہے جو واقعی اس گروہ کے لیے سخت بد نصیبی کی بات ہے۔

اس فرقہ کے مشن سے عالمِ اسلام کو بہت نقصان پہونچا ہے۔ سب سے پہلا نقصان یہ ہوا ہے کہ اس گروہ نے اپنے آپ کو متقدمین سے کاٹ لیا، اور اجتماعی دینی نظام سے ہٹ کر ایک اپنا الگ فکری اور شرعی ڈھانچہ بنالیا۔ ابتدا میں تو یہ حضرات بلاواسطہ قرآن اور سنت سے اخذ کرنے کی بات کرتے ہیں، اور لوگوں کو لبھانے کے لیے یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہی دین کی اصل شبیہ ہے اور صحابۂ کرام اور سلفِ صالح کا یہی مسلک تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات عوام کو ایک تابناک ماضی اور اور علماءِ دین کی سنہری کڑی سے دور کر دیتے ہیں۔ اس طرح کی فکر کا ایک برا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دیگر علوم میں بھی بد نظمی عام ہوتی جارہی ہے، اور لوگوں کے اندر سے دینی علوم کی قیمت اور اہمیت ختم ہوتی جارہی ہے۔

دوسرا انتہائی سنگین مسئلہ یہ پیدا ہو گیا کہ یہ حضرات امتِ مسلمہ کے مسائلِ متوارثہ کو چند علماء کی ذاتی آراء بتا کر لوگوں کی سامنے اس کی توہین کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ ان چیزوں کا نصوصِ شریعت سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ یہ حضرات یہ دعوی کرنے لگے ہیں کہ جب ان کی فقہی آراء ان کی ذاتی آراء ہیں، تو پھر ہم انھیں اخذ بھی کر سکتے ہیں اور ترک بھی۔ اسی لیے ان کی سوچ یہ ہے کہ فقہاء اور مجتہدین کے ذریعہ بنائے گئے اصول و ضوابط پر کاربند رہنا ان کے لیے ضروری نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات صحابہ تک کو شریعت میں حجت ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

تیسرا بہت ہی بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ ہر کس و ناکس اصولِ شریعت اور ضوابطِ استنباط کی پروا کئے بغیر بلا خوف فقہی اجتہاد کی جرات کرنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے آج دن بدن فکری آزادی میں بہت تیزی آتی جارہی ہے۔

تاریکی کے اس دور میں بھی کچھ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو امید کی کرن ثابت ہوتے ہیں، اور اسلام کا پرچم لہرانے کے لیے جان ہتھیلی میں لئے تیار نظر آتے ہیں۔ دشمن کا علمی اور عقلی مقابلہ کرنے کے لیے ہر محاذ پر سینہ سپر ہوتے ہیں، تاکہ ان کے دلائل کا بھرپور جواب دے سکیں، اور کتاب وسنت کی روشنی میں حق کی تائید کر سکیں۔

خلافتِ عثمانیہ کے نائب شیخ الاسلام، عبقریِ دوراں، امامِ وقت، مجاہدِ ملت، محققِ غوّاص، محدثِ وقت، فقیہ ومورخ، مناظر و فلسفی محمد زاہد الکوثریؒ کا نام ملتِ مسلمہ کے ان علماء میں ہے جنھوں نے اپنی زندگی کو مختلف فتنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ کے اندر کچھ ایسی علمی اور روحانی صفات مجتمع ہوگئی تھیں جو بہت ہی کم لوگوں کے حصے میں آتی ہیں۔ امام کوثریؒ نے دشمنانِ اسلام کے سازشوں کی خوب خبر لی۔ پہلے تو آپ نے ترکی میں کمالیوں اور اتحادیوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی جس سے ایوانِ باطل میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ اس کے بعد آپ نے اپنی وقیع تحریروں سے اہلِ بدعت اور فکری اور اعتقادی زیغ وضلال میں مبتلا لوگوں کے شکوک وشبہات کی پرزور تردید کی۔ اسی طرح سے آپ نے مغربیت پرست اور مغربی اقدار کے ہمنواوں، اور دین کی جڑوں پر حملہ آور عناصر کو بھی اپنی بے لاگ تنقید کا نشانہ بنایا۔ آپ نے ان مقاصد کے لیے اپنی تالیفات، تعلیقات، تقدیمات، حواشی، رسائل، مقالات، مناظرات، اور مجالسِ وعظ ونصیحت کو بطورِ ہتھیار استعمال کیا۔ ان مساعی کا اہلِ اسلام، اور خواص وعوام پر ایک اچھا اثر ہوا اور اس کے نتائج بہت ہی بہتر نکلے اور ایک دنیا آپ کے علوم ومعارف سے سیراب نظر آتی ہے۔

فطری بات ہے کہ امام کوثریؒ جیسی شخصیت کے بہت سے ناقدین، دشمنان، اور حاسدین ہوں گے، جو ہمیشہ اس ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی ادنی سے ادنی موقع مل جائے اور وہ امام کوثریؒ کی شدتِ لسانی یا کسی اور بے بنیاد بات کو عوام کے سامنے لاکر آپ کی تحریروں سے انھیں محروم کر سکیں۔ ایسے حضرات امام کوثریؒ کے علم، دلائل اور براہین، اور اسی طرح سے باطل فرقوں اور گمراہ جماعتوں کے خلاف آپ کی مخلصانہ کوششوں، اور دفاعِ اسلام کی طاقتور محنتوں کو نظرانداز کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کی نظروں سے انھیں دور رکھنا چاہتے ہیں۔

آج ایک گروہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو بغیر کسی علم اور تقوی کے خدا کے دین میں اپنی ذاتی رائے پوری آزادی سے پیش کرنے سے بالکل نہیں کتراتا جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ایسے لوگ تخریبی کام زیادہ اور تعمیری کام کم کر رہے ہیں۔ یہ مختصر رسالہ اس طرح کی فکری لغزشوں اور کمزوریوں کے بارے میں ایک سنگِ میل ثابت ہو گا۔

یہ رسالہ ہمارے سلفِ صالح اور ان کے فکری منہج، فقہی مزاج وانداز، اتباعی سوچ اور کتاب وسنت کی مخلصانہ پیروی کے بارے میں نیز صحابہؓ وتابعین کے دور کے فقہی اور تقلیدی مزاج پر روشنی ڈالتا ہے اور خیر القرون میں مسلمانوں کی تقلیدی فکر کی عکاسی کرتا ہے۔

اس رسالہ سے فقہاءِ دینِ متین: امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا مقام اور دینی رتبہ بھی ہمارے سامنے پورے طور پر کھل کر آجاتا ہے۔ اس میں اس بات کی بھی نشان دہی کی گئی ہے کہ یہ حضرات اپنے اصول اور فتاوی میں کتاب وسنت کے بنیادی اصولوں سے بالکل خروج نہیں اختیار کرتے تھے، اور یہ کہ ان علماء کے اتفاقات ان کے اختلافات سے کہیں زیادہ ہیں نیز ان علماءِ دین کا اختلاف جہالت، ہوی پرستی، تعصب اور ہٹ دھرمی کے نتیجہ میں نہیں تھا؛ بلکہ یہ سب تحقیق واجتہاد کا نتیجہ تھا، اور ان کے تمام مسائل، اور علمی جوابات، تقوی اور فتوی کے درمیان دائر ہوا کرتے تھے۔

یہ کتابچہ امام کوثریؒ کے عربی رسالہ اللامذهبية قنطرة اللادينية کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ امام کوثریؒ کے قلم سے نکلا ہوا ایک عظیم علمی شاہکار ہے جو عربی زبان میں بارہا عالمِ عرب میں شائع ہو چکا ہے اور جمہورِ علماءِ اسلام سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ علامہ کوثریؒ کے ایک خاص شاگرد احمد خیریؒ فرمایا کرتے تھے: اگر غور کیا جائے، تو یہ جملہ: اللامذهبية قنطرة اللادينية جوامع الکلم میں سے محسوس ہوتا۔

امام کوثریؒ کے دیگر رسائل کی طرح یہ رسالہ بھی جامعیت، ابتکار، اور ندرت کا حامل ہے۔ اس رسالہ نے عالمِ عرب میں دیگر لوگوں کو بھی اس جیسا کام کرنے کے لیے ابھارا اور ایک سنگِ میل ثابت ہوا۔ مثال کے طور پر معروف شامی فقیہ اور صوفی شیخ محمد سعید

رمضان بوطی نے اپنی کتاب اللامذهبية أخطر بدعة تهدد الشريعة الإسلامية[۱] اسی رسالہ سے متاثر ہو کر تحریر کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ امام کوثریؒ نے ہی سب سے پہلے عدمِ تقلید یا غیر مقلدیت کے لیے اللامذھبیۃ کی عربی تعبیر استعمال کی۔ یہ لفظ آپ ہی کے اختراعی اور تخلیقی دماغ کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد یہ لفظ علمی حلقہ میں رائج ہو گیا اور آج عربی زبان میں غیر مقلدیت کے لیے اسی لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اس خاکسار نے اپنے دو مضامین امام کوثریؒ کے اصل رسالہ سے پہلے اس میں شامل کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ مضامین اہلِ علم کے لیے مفید ہوں گے، اور اصولی طور پر اس مسلک کو سمجھنے میں ان سے مدد ملے گی۔ ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس کتاب کے سارے عناوین احقر کی جانب سے لگائے گئے ہیں۔

یہ اردو ترجمہ اس سے پہلے ماہنامہ ترجمانِ دیوبند میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ امام کوثریؒ کا یہ دوسرا رسالہ ہے جسے یہ خاکسار قارئین کے ہاتھوں میں پہونچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس کے فوراً بعد دو سرے رسائل طباعت سے آراستہ ہونے کے لیے تیار ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

امام کوثریؒ اہلِ علم کی نظر میں (پانچ مضامین کا مجموعہ)
فقہ وحدیث میں علماءِ احناف کا مقام

---

(۱) علامہ بوطی کی اس کتاب میں انتہائی اصولی اور علمی انداز سے تقلید کے موضوع پر بہت ہی عمدہ اور نفیس گفتگو کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ناصر الدین البانیؒ کی کچھ دروغ بافیوں اور ان کے گروہ کے کچھ فتنہ پردازیوں کو بھی بتایا گیا ہے۔ بہت ضروری ہے کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ جلد از جلد قارئین تک پہونچایا جائے۔ ایک بار احقر اس کتاب کی اہمیت کے موضوع پر مولانا عارف جمیل مبارکپوری کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ دریں اثنا احقر نے تبصرہ کیا کہ یہ کتاب واقعی لائق ترجمہ ہے، اس پر مولانا نے بتایا کہ اس کتاب کا ترجمہ جناب نے ماضی میں کبھی کیا تھا؛ لیکن خود ان کی اور دوسروں کی بے احتیاطی کی وجہ سے مسودہ ہی غائب ہو گیا اور آج تک وہ دستیاب نہ ہو سکا۔

اسلام کے خلاف عبرتناک سازشیں
طلاقِ ثلاث
حیاتِ امام ابو یوسفؒ
حیاتِ امام محمد بن الحسن شیبانیؒ
حیاتِ امام زفرؒ
حیاتِ امام طحاویؒ
امام ابو حنیفہؒ پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات (یعنی تانیب الخطیب)
مقالاتِ کوثریؒ

محمد انوار خان، دیوبند
۲۵ محرم الحرام، ۱۴۳۴

غیر مقلدین سے خطاب

اللہ رب العزت نے اپنے رسول کی زبانی صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کی جماعت کو خیر القرون کے بلند رتبہ پر فائز کیا۔ اسی لیے اسلام میں اصطلاحی طور پر ان بزرگوں پر سلفِ صالح کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اسی بناپر ہر وہ علم یا عمل جو ان حضرات کے واسطے سے ہمیں ملا ہے وہ باعثِ خیر وبرکت ہوگا، اور جو خیال یا فکر ان حضرات کے نہج کے خلاف ہو وہ اوہام ووساوس کے سوا کچھ نہیں۔ خیر القرون کی آخری صدی میں اللہ نے ائمہ اربعہ: ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کو دینِ اسلام کی خدمت کے لیے منتخب کیا۔ لہذا یہ حضرات علماءِ عاملینؒ کے اسوہ اور صالحین کے قدوہ تھے۔ یہ حضرات تابعینؒ کے علوم کے وارث تھے، اور تابعینؒ صحابہؓ کے علوم کے وارث تھے، اور صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے علم کے وارث تھے۔ ان حضرات کی عظمت اور فضیلت کے لیے بس رسولِ اکرم ﷺ کا قول خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم ہی کافی ہے۔ اسی وجہ سے تمام مسلمانوں نے ان چاروں بزرگوں کو شروع ہی سے دین کا پیشوا قرار دیا، اور ان حضرات کے واسطہ سے پہونچے ہوئے دینی علوم کے درس وتدریس کا آغاز کیا گیا۔ چنانچہ بعد کے علماء نے ائمۂ اربعہ کے علوم کو منظم، مرتب اور مفصل ومہذب انداز سے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ہر ایک امام کے مذہب کے قواعد وفروع، اور اصول وضوابط کو وضاحت سے بیان کیا۔ اسی طرح سے ان حضرات کے باہمی اختلافات اور اتفاقات کو بھی لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہر امام کے پسندیدہ احکام اور دلائل کے نہج کو بھی اچھی طرح سے کھولا گیا۔ اسی طرح سے ہر امام کے نہج کو ایک مذہب قرار دے دیا گیا۔ اس کے بعد صدیوں سے امت انھیں حضرات کی اتباع کرتی رہی ہے، اور ہر شخص یا ہر جماعت نے اپنے لیے جس کو مناسب سمجھا اسے مقتدا بنالیا؛ لیکن ہر ایک نے تمام ائمہ کی تعظیم

کی، اور دوسروں کے ساتھ حسنِ ظن قائم رکھا۔ ابن تیمیہؒ (۲) مجموع الفتاوی

---

(۲) تعجب کی بات ہے کہ ابن تیمیہؒ کے ماننے والے خود بہت سے اہم مسائل میں آپ کی اتباع نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر صلاۃ عند القبور، اور اسی طرح سے دعاء عند القبور، اور میت کے لیے تلاوتِ قرآن، اور اس کی جانب سے روزے اور صلاۃ تطوع وغیرہ کو سلفی اور غیر مقلد لوگ غیر شرعی اور حرام بتاتے ہیں، اور ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ ساری چیزیں سلفِ صالح کے یہاں رائج نہ تھیں، اور یہ چیزیں محدثات اور بعد کی بدعات میں سے ہیں۔ لیکن ان سلف کے جھوٹے دعویداروں اور سنتِ نبویہ کے کھوکھلے متبعین کو کون سمجھائے کہ خود امام مسلمؒ نے برقم ۲۲۵۴ تکملة فتح الملهم حضرتِ بردہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ حضرات صحابہ کو یہ تعلیم دیتے تھے کی جب بھی مقابر کی زیارت کے لیے نکلیں تو یہ دعا پڑھیں: (أسأل الله لنا ولكم العافية) ان کلمات کے ذریعہ زائر خود اپنے لیے اور دیگر اموات کے لیے دعا کرتا ہے۔ ابن تیمیہؒ نے خود اپنی کتاب الرد علی الإخنائي ص ۴۰۵ میں نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے سلسلہ میں ایک طویل دعا نقل کی ہے۔ اسی طرح سے ابن تیمیہؒ نے امام احمدؒ سے ص ۴۰۹ پر نقل کیا ہے: وسل الله حاجتك متوسلاً إليه بنبيه تقض من الله عز وجل (یعنی اللہ کے نبی کے وسیلہ سے اللہ سے اپنی ضرورتوں کی تکمیل کی درخواست کریں، جس سے اللہ آپ کی حاجت روائی فرمادیں گے۔)

جہاں تک میت کے لیے تلاوتِ قران، صیام اور صلاۃ تطوع کا مسئلہ ہے، تو اس سلسلہ میں ابن تیمیہؒ الفتاوی الكبري میں ج ۳ ص ۳۲ پر فرماتے ہیں: وأما الصيام عنه، وصلاة التطوع عنه، وقراءة القرآن عنه، فهذا فيه قولان للعلماء: أحدهما: أنه ينتفع به، وهو مذهب أحمد وأبي حنيفة وغيرهما، وبعض أصحاب الشافعي وغيرهم (یعنی رہا مسئلہ میت کی جانب سے صیام، صلاۃ تطوع اور تلاوتِ قرآن کا، تو اس سلسلہ میں علماء کے دو اقوال ہیں: ایک قول تو یہ ہے کہ میت کو اس سے فائدہ پہونچے گا، اور یہی احمدؒ اور ابو حنیفہؒ، اور بعض اصحابِ شافعیؒ وغیرہ کا مذہب ہے) اور اسی کتاب میں ج ۳ ص ۶۳ پر فرماتے ہیں: تنازعوا في وصول الأعمال البدنية كالصوم والصلاة والقراءة، والصواب أن الجميع يصل إليه (صوم وصلاۃ، اور تلاوتِ قرآن جیسے بدنی اعمال کے میت تک پہونچنے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سارے ہی اعمال میت کو پہونچتے ہیں۔)

اسی طرح سے سلفی لوگ صلاۃ عند القبور کے بارے میں بھی کافی بحث کرتے ہیں، حالانکہ اس

ج ۲۰ ص ۲۹۲ میں فرماتے ہیں: فهذه المسائل التي تنازع فيها السلف والأئمة، فكل منهم أقر الآخر على اجتهاده... فمن ترجح عنده تقليد الشافعي لم ينكر على من ترجح عنده تقليد مالك، ومن ترجح عنده تقليد أحمد لم ينكر على من ترجح عنده تقليد الشافعي، ونحو ذلك.
(ہمارے سلف اور ائمہ نے جن مسائل میں اختلاف کیا ہے، ان میں دوسرے کے اجتہاد پر نکیر نہیں کی ہے۔۔۔ اسی لیے جس شخص کے نزدیک امام شافعیؒ کی تقلید راجح ثابت ہوئی، تو اس نے اس پر عمل کر لیا؛ لیکن جس کے نزدیک امام مالکؒ کی تقلید راجح ہوئی، تو اس پر نکیر نہ کی۔ اور اسی طرح سے جس نے امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کو راجح سمجھ کر اس کی تقلید کی، تو پھر اس نے امام شافعیؒ کے مسلک کو راجح سمجھ کر اس پر عمل کرنے والے پر کوئی نکیر نہیں کی۔)

بہر حال سابقہ صدیوں میں امتِ مسلمہ تمام علماء کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی رہی اور ہر ایک کی تعظیم کرتی رہی، اگرچہ جاہلوں، عوام الناس، یا علماء ہی کی ایک چھوٹی تعداد اس وقت بھی موجود تھی جو دوسروں کے مذہب کو حقارت اور تذلیل کی نظر سے دیکھتے تھے، اور عصبیت میں اندھا ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ وجدال کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں ہر مذہب کے متقی، اور مخلص علماء اور صلحاء متعصبین کو روکنے کی پوری کوشش کرتے تھے، اور مسلمانوں کی صفوں میں دراڑیں ڈالنے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے۔

صدیوں سے عالمِ اسلام پر امن طریقے سے اخوت ومودت کے ماحول میں سکون اور چین سے زندگی بسر کرتا رہا۔ اچانک آخری دور میں مسلمانوں ہی میں سے ایک ایسی جماعت نکلتی ہے جو امتِ محمدیہ کے جمہور پر یہ تہمت لگا دیتی ہے کہ سارے کے سارے لوگ ان مذاہبِ اربعہ کی تقلید کی وجہ سے قرونِ ثلاثہ اور سلفِ صالح کے طریقے سے ہٹ چکے ہیں۔ ان لوگوں

جماعت کے پیشوا، حافظ ابن تیمیہؒ خود الفتاوی میں ج ۲۱ ص ۳۰۴ پر فرماتے ہیں: المقبرة وأعطان الإبل تصح الصلاة فيهما على القول الصحيح (صحیح قول کے مطابق مقبرہ اور اعطانِ ابل میں نماز جائز ہے) اور امام مالکؒ اپنی مدونہ ج ۱ ص ۱۸۲ میں فرماتے ہیں: لا بأس بالصلاة في المقابر (مقابر میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔)

کے نظر میں ائمہ اربعہ کا صحابہ اور تابعین سے ماخوذ مذہب تقلیدِ سلف کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ غیر مقلدین یہ نعرے لگاتے پھرتے ہیں کہ: مذاہبِ اربعہ کو ترک کردو، اور سلف کے مذہب کی اتباع کرو، کیوں کہ سلف کے مذہب کا ترک کرنا بدعت وضلال ہے۔

لیکن ہم غیر مقلدین حضرات سے کہتے ہیں: اے مدعیانِ اتباعِ سلف، مذاہبِ اربعہ کے موسسین: ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ سلفِ صالح ہی میں سے تو تھے، اور یہ سارے حضرات قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیریت سے ہی تو تعلق رکھتے تھے۔

غیر مقلدین بسا اوقات یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں: سارے لوگوں کو علماء کے مختلف دلائل پر غور کرنا چاہئے، اور قوی ترین دلیل کی اتباع کرنی چاہئے۔ چلو، ہم مانتے ہیں کہ آپ لوگوں نے تمام دلائل کے درمیان موازنہ اور مقارنہ کرلیا ہے، اور آپ دلیلِ اقوی کو ترجیح دینے پر قادر بھی ہوگئے، تو کیا اس ترجیح کی وجہ سے آپ کو اب اس بات کا لائسنس مل چکا ہے کہ آپ کے سارے مخالفین گمراہ اور بدعتی ہیں، اور کیا اس کی وجہ سے آپ کی مخالفت کرنے والے تمام ائمہ پر یہ تہمت لگا بیٹھیں گے کہ یہ حضرات صحیح دلیل پر مطلع نہ ہوسکے، اور ان حضرات میں صحیح تفقہ موجود نہیں تھا، جب کہ تمام فقہاء و مجتہدین علم اور تقوی میں تبحر کی بنا پر معروف تھے، اور ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی ہے کہ ہم قلیل العلم ہیں۔

ہم ان حضرات سے ایک سوال کرتے ہیں کہ کیا اگر کسی صاحبِ رائے کے پاس کوئی قوی دلیل موجود ہے تو وہی سلف کا مذہب ہے؟ اگر اس بات کو صحیح مان لیا جائے تو پھر ہر صاحبِ رائے اپنے دلائل کو انتہائی اطمینان کے ساتھ قوی ترین سمجھ بیٹھے گا اور پھر وہ بھی دعوی کرسکتا ہے کہ وہ سلف کے مذہب پر کاربند ہے، اور بعد میں چل کر جب اسی کے سامنے کچھ نئے دلائل اور قرائن آئیں گے اور وہ اپنا نظریہ بدل لے گا تو پھر اس کا یہ قولِ جدید مذہبِ سلف کہلایا جانا چاہئے، اور پہلے والے مسلک کو مخالفتِ سلف کی وجہ سے زیغ وضلال قرار دیا جانا چاہئے، اور پھر اس صورت میں بلاشبہ سلف کے مذہب میں تعدد پایا جائے گا، اور پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر شخص اپنے آپ کو متبعِ سلف ہونے کا دعوی کر بیٹھے گا۔

اگر ہم کسی قوی ترین دلیل کو دیکھتے ہوئے اسے سلف کا مسلک قرار دے دیں، تو ایسی صورت میں ہم سلف کے علم کے بارے میں خود ہی جج اور میزان بن جائیں گے، جب کہ سلف کا علم ہمارے لیے ایک میزان اور ایک معیار ہونا چاہئے، اور پھر اتباعِ سلف کا جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہو سکے گا۔

اختیار و ترجیح کی دشواری

دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ دلائل کا موازنہ اور اختیارِ اقوی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے خاص قسم کی اجتہادی صلاحیت اور فقہی بصیرت درکار ہوتی ہے۔ مسودۃ آل تیمیۃ ص ۵۱۵ میں یوسف بن موسیٰؒ نے امام احمدؒ سے روایت کیا ہے: لا يجوز الاختيار إلا لرجل عالم بالكتاب والسنة (اختیار و ترجیح صرف اس شخص کے لیے جائز ہے جو قرآن و سنت میں ماہر ہو۔) امام احمدؒ اسی کتاب میں ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں: ينبغي للرجل إذا حمل نفسه على الفتيا أن يكون عالما بوجوه القرآن، عالما بالأسانيد الصحيحة، عالما بالسنن (فتویٰ کے منصب پر بیٹھنے والے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کے اہم مسائل سے واقف ہو، اور اسی طرح سے اسانیدِ صحیحہ کا علم رکھتا ہو اور احادیث و سنن کی اچھی واقفیت ہو۔) میں تمام سلفیوں اور غیر مقلدین حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ کیا ہر کوئی شخص اس مقام پر پہونچا ہوا ہوتا ہے، اور کیا کتاب و سنت کا علم اتنا آسان ہے کہ اسے مختصر وقت میں حاصل کیا جا سکے؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ علماءِ دین نے اجتہاد کے لیے کم سے کم جو شرط رکھی ہے وہ یہ ہے کہ ایک عالم حدیث اور قواعدِ حدیث میں اتنی مہارت رکھتا ہو جس کے ذریعہ وہ صحیح اور ضعیف روایات میں موازنہ کر سکے، اور اسناد اور متن کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف دلائل کا مقارنہ کرتے ہوئے قوی دلیل کو ضعیف دلیل پر ترجیح دے سکے، اور اسی طرح سے عام و خاص، علمِ ناسخ و منسوخ، اور جمع و تطبیق، نیز ترجیح و اختیار، علمِ اصول، اور عربی زبان وغیرہ میں مہارتِ تامہ رکھتا ہو۔ ظاہر ہے اکثر لوگ اس بلند علمی مقام تک پہونچنے سے قاصر رہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص بنیادی علمی صلاحیت اور اجتہادی مقام تک پہونچے بغیر دلائل کا مقارنہ شروع کر دے، تو یقیناً یہ تجاوز اور شریعتِ اسلامیہ کے ساتھ ظلم ہے۔ ابن عباسؓ

کی روایت مشہور ہے: من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار۔ (یعنی جو شخص قرآن کے بارے میں بغیر علم کے کلام کرے گا، تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔)

کم علم شخص کے لیے تقلید کی ضرورت

لہذا جو شخص ترجیح واختیار اور اجتہاد واستنباط کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اسے ایسی صورت میں امام ابن القیمؒ کے مشورہ پر چلنا چاہئے۔ موصوف إعلام الموقعین(۳)

---

(۳) ابن القیمؒ کی یہ سب سے معرکۃ الآراء اور نافع کتاب ہے۔ اس کتاب میں فقہ اور اصولِ فقہ، سیاستِ شرعیہ، تاریخ تشریع اور مقاصدِ شریعت پر انتہائی بسط سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز اس میں احادیثِ نبویہ کی اتباع پر کافی زور دیا گیا ہے۔ اس میں مصادرِ تشریع پر بھی عمدہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں ابو موسی اشعریؓ کے نام حضرتِ عمرؓ کے مشہور خط کی انتہائی مفصل شرح کی گئی ہے۔ یاد رہے حضرتِ عمر کا یہ خط بہت سے مسائلِ شرعیہ اور احکام دینیہ میں اصل اور سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح سے مولفِ کتاب نے بعض فقہی اور اصولی مباحث جیسے ربا، سدِ ذرائع، حیل، قیاس، تاویل، شروطِ مفتی، اور آدابِ مفتی پر کافی تفصیلی تحقیق پیش کی ہے۔ کتاب کے خاتمہ میں ابن القیمؒ نے رسول اللہ ﷺ کے فتاوی کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب انداز سے مختلف فصول میں پیش کیا ہے۔ عموماً ابن القیمؒ نے اس کتاب میں تمام مسائل پر کافی اسہاب اور تفصیل کے ساتھ استدلالی اور تعلیلی انداز میں کلام کیا ہے۔ مختلف اصول وفروع کی تشریحات اور بعض پر اعتراضات اور مناقشات، اور بیان وتوجیہ، اور اختیار وترجیح اور تحلیل وتنقید پر پورا زور صرف کر دیا ہے۔ یہ کتاب واقعی ایک نایاب شاہکار ہے، اور شاید ایسی کتاب اسلامی مکتبہ میں موجود نہیں ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ امام ابن القیمؒ سے اس میں کچھ بنیادی اصولی اور فکری غلطیاں سرزد ہوگئی ہیں، جس کی وجہ سے یہ کتاب بسا اوقات طالبِ علم کے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ ساتھ ساتھ اس کتاب میں کچھ بینادی مسائل کی تشریح اور تفہیم میں تناقض پایا جاتا ہے۔ شاید تناقض کی سب سے بڑی مثال تقلید اور عدمِ تقلید کا مسئلہ ہے۔ تقلید کے اثبات کے لیے اس کتاب سے زیادہ قوی دلائل کسی اور مصدر میں شاید نہ مل سکیں، اور اسی طرح سے عدمِ تقلید کے لیے بھی اتنے مضبوط دلائل کہیں کسی اور کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ ایک دوسری مثال اجماع کی ہے۔ ابن القیمؒ نے ایک جگہ اس کے انکار کرنے کی کوشش کی ہے جب کہ ایک دوسرے مقام پر اس کا اثبات کیا ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس موضوع پر کسی اور مقام پر تفصیل سے کلام کریں گے۔

ج۳ص ۵۷۴میں فرماتے ہیں: في مسائل من العلم لم يظفروا فيها بنص عن الله ورسوله، ولم يجدوا فيها سوى قول من هو أعلم منهم فقلدوه، وهذا فعل أهل العلم، وهو الواجب (ایسے بہت سے علمی مسائل ہوتے ہیں جن میں کسی عالم کے پاس اللہ اور اس کے رسول سے کوئی نص موجود نہیں ہوتی ہے، اور اس سلسلہ میں ان کے پاس اپنے سے بڑے علماء کے قول کے علاوہ اور کوئی چیز دستیاب نہیں ہوتی ہے۔ لہذا اس کی تقلید کر لیتے ہیں۔ اور یہی اہلِ علم کا شیوہ رہا ہے، اور یہی واجب ہے۔) یاد رہے یہ مشورہ ابن القیمؒ نے علماء کو دیا ہے کہ وہ اپنے سے افضل اور اعلم علماءِ دین کی بوقتِ ضرورت اتباع کریں۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عوام اور جہلاء کو ہر حال میں کسی نہ کسی عالم کی تقلید کرنی چاہئے۔

یہاں ہم دو بڑے ائمہ حدیث کے اقوال نقل کریں گے جنھوں نے عدمِ اہلیت کے ساتھ اجتہاد کرنے سے سختی سے منع کیا ہے:

امام احمد بن حنبلؒ کی رائے

پہلے تو ہم اس جماعت کے نزدیک سب سے زیادہ مبجل اور محترم شخصیت سید المحدثین، امام احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے ایک عبارت پیش کریں گے جس میں آپ نے صراحت سے اجتہاد سے روکا ہے۔ ابن القیمؒ ناقل ہیں: قال محمد بن عبد الله بن المنادي: سمعت رجلا يسأل أحمد: إذا حفظ الرجل مائة ألف حديث يكون فقيها؟ قال: لا، قال: فمائتي ألف؟ قال: لا، قال: فثلاث مائة ألف؟ قال: لا، قال: فأربع مائة ألف، قال بيده هكذا، وحرك يده. (محمد بن عبداللہؒ کا کہنا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو امام احمدؒ سے یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کیا اگر کوئی شخص ایک لاکھ حدیثوں کا حافظ بن جائے، تو فقیہ بن جائے گا؟ آپ نے جواب دیا: نہیں! دوبارہ سائل نے سوال کیا کہ اگر دو لاکھ احادیث کا حافظ ہو تو؟ پھر آپ نے جواب دیا: نہیں!۔ پھر سائل نے سوال کیا کہ اگر تین لاکھ احادیث کا حافظ ہو تو؟ پھر آپ نے جواب دیا: نہیں! پھر سائل نے سوال کیا کہ اگر چار لاکھ احادیث کا حافظ ہو تو؟ پھر آپ نے ہاتھوں سے اشارہ کیا اور انھیں حرکت دی!)

امام شافعیؒ کی رائے

اسی طرح سے امام شافعیؒ سے اہلیتِ اجتہاد کے سلسلہ میں سب سے عمدہ اور جامع تعریف نقل کی گئی ہے۔ خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب الفقیہ و المتفقہ ج۲ ص۳۳۱ میں آپ کا قول نقل کیا ہے: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أن يُفْتِي فِي دِينِ اللَّهِ إِلَّا رَجُلًا عَارِفًا بِكِتَابِ اللَّهِ: بِنَاسِخِهِ وَمَنْسُوخِهِ، وَبِمُحْكَمِهِ وَمُتَشَابِهِهِ، وَتَأْوِيلِهِ وَتَنْزِيلِهِ، وَمَكِّيِّهِ وَمَدَنِيِّهِ، وَمَا أُرِيدَ بِهِ، وَفِيمَا أُنْزِلَ، ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَ ذَلِكَ بَصِيرًا بِحَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، وَبِالنَّاسِخِ وَالْمَنْسُوخِ، وَيَعْرِفُ مِنَ الْحَدِيثِ مِثْلَ مَا عَرَفَ مِنَ الْقُرْآنِ، وَيَكُونُ بَصِيرًا بِاللُّغَةِ، بَصِيرًا بِالشِّعْرِ، وَمَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ لِلعِلْمِ وَالْقُرْآنِ، وَيَسْتَعْمِلُ مَعَ هَذَا الْإِنْصَافَ، وَيَكُونُ بَعْدَ هَذَا مُشْرِفًا عَلَى اخْتِلَافِ أَهْلِ الْأَمْصَارِ، وَيَكُونُ لَهُ قَرِيحَةٌ بَعْدَ هَذَا، فَإِذَا كَانَ هَذَا هَكَذَا فَلَهُ أَنْ يَتَكَلَّمَ وَيُفْتِيَ فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَإِذَا لَمْ يَكُنْ هَكَذَا فَلَهُ أَنْ لَا يَتَكَلَّمَ فِي الْعِلْمِ وَلَا يُفْتِي (خدا کے دین میں فتوی دینا صرف اس شخص کے لیے حلال ہے جو کتاب اللہ اور اس کے ناسخ و منسوخ، محکم ومتشابہ، تاویل و تنزیل، مکی اور مدنی، اور اس کے مراد اور اس کے نزول کے اسباب سے اچھی طرح سے واقف ہو۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ حدیثِ رسول اور اس کے ناسخ و منسوخ پر گہری نظر رکھتا ہو، اور اس کے پاس حدیث کا اتنا علم ہو جتنا قرآن کا، اور اسی طرح سے عربی زبان اور عربی اشعار اور قرآن وسنت کے لیے ضروری علوم میں بصیرت رکھتا ہو، اور ان تمام علوم کا وہ انصاف کے ساتھ استعمال کرے اور مختلف ممالک کے علماء کے اختلافات سے واقف ہو، اور ان تمام صلاحیتوں کے بعد اس کے اندر سلیقہ اور ذوق پیدا ہو جائے۔ اگر یہ تمام خوبیاں کسی شخص کے اندر موجود ہوں، تو پھر ایسا شخص حلال و حرام کے بارے میں کلام کر سکتا ہے اور فتوی دے سکتا ہے، اور اگر ان تمام صلاحیتوں کا حامل نہ ہو، تو پھر اس کے لیے فتوی دینا جائز نہیں ہے۔)

امام شافعیؒ جیسے مجتہد کے کلام میں ہی اتنی بلاغت، دقت اور جامعیت ہو سکتی ہے۔ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں ہی مجتہدین ایسے ہیں جن کے بارے میں صاحبِ رائے یا قیاس ہونے کا الزام نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کو ناصر الحدیث کا لقب دیا گیا ہے، اور امام احمدؒ کو سید المحدثین کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ غیر مقلدین کو ان حضرات کے کلام سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہؒ کا حکیمانہ مشورہ

آخر میں بطورِ خاتمہ غیر مقلدین حضرات کی خدمت میں حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلویؒ کا مشورہ پیش کرنا چاہوں گا۔ شاہ صاحبؒ اپنی کتاب عقد الجيد في أحكام الإجتهاد والتقليد میں ص۴۰ پر تأكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة والتشديد في تركها والخروج عنها باب کے تحت فرماتے ہیں: اعلم أن في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظيمة وفي الإعراض عنها كلها مفسدة كبيرة (یعنی ان مذاہبِ اربعہ کے اختیار میں بڑی مصلحت ہے، اور اس سے س اعراض کرنے میں بڑا خطرہ ہے۔)

اور اسی طرح سے آپ ص۴۱ پر حدیث اتبعوا السواد الأعظم کی تشریح میں فرماتے ہیں: ولما اندرست المذاهب الحقة إلا هذه الأربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الأعظم والخروج عنها خروجا عن السواد الأعظم (چونکہ موجودہ چاروں مذاہب کے علاوہ دیگر تمام مذاہبِ حقہ ناپید ہوچکے ہیں، اسی لیے ان کی اتباع سوادِ اعظم کی اتباع کہلائے گی، اور ان سے خروج سوادِ اعظم سے خروج کہلائے گا۔)

دراصل یہ موضوع بہت ہی طویل بحث کا متقاضی ہے جس کا یہ رسالہ متحمل نہیں ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس طرح کے موضوعات پر بار بار مختلف مقامات پر لکھتے رہیں گے۔ فی الحال انھیں چند باتوں پر ہم کلام کو ختم کرنا چاہیں گے۔

محمد انوار خان، دیوبند

۱۰ صفر المظفر، ۱۴۳۴

ہندوستان اور غیر مقلدیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ عدم تقلید کی بنیاد بہت پہلے ہی داود ظاہریؒ اور ابن حزمؒ جیسے علماء کے ذریعہ پڑ چکی تھی؛ لیکن ان حضرات کے زمانہ میں اس فکر کا حامی کوئی منظم فرقہ یا گروہ موجود نہیں تھا۔ اس جماعت کو ایک منظم فرقے کی شکل بعد میں ملی۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے یمن کے زیدی مذہب کے علماء صنعانیؒ اور شوکانیؒ اور ان جیسے دیگر علماء نے اس مذہب کو ایک منظم فرقہ میں تشکیل دینے کی کوشش کی۔ بد قسمتی کی بات ہے کہ قاضی شوکانیؒ کو ایک ہندوستانی شاگرد بنام عبدالحق بن فضل اللہ بنارسی [۴] میسر آگیا۔ اس فرقہ کا بانی عبدالحق جب ہندوستان واپس آیا، تو اپنے ساتھ شوکانیؒ، صنعانیؒ اور یہاں کے دیگر آزاد خیال علماء کی آراء اور فکری بدعتیں بھی اپنے ساتھ لایا۔ یہ شخص ہندوستان واپس آنے کے بعد تعصب اور انتہا پسندی کی حد تک اس مذہب کو فروغ دینے میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ اس نے ہندوستان میں مذہبِ حنفی کے مقلدین اور متبعین کی تکفیر و تضلیل شروع کر دی اور تمام ائمہ متبوعینؒ پر خصوصاً امامِ اعظم ابو حنیفہؒ پر زبانِ طعن دراز کرنے لگا۔ اسی جیسے دیگر لوگوں سے غیر مقلدیت ہندوستان میں پنپنے اور بڑھنے لگی۔ اس طرح سے یہ فرقہ ۱۲۴۶ھ میں ہندوستان میں منظم شکل میں ظہور پذیر ہوا اور اس کے بعد یہ منظم غیر مقلدیت ہندوستان سے ہجرت کر کے وہابیوں/سلفیوں کے یہاں بھی پہونچ گئی، ورنہ اس سے پہلے سارے کے سارے وہابی/سلفی امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کے متبع ہوا کرتے تھے، اور یہ

---

(۴) عبدالحق بنارسی سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی جماعت سے تعلق رکھتا تھا؛ لیکن اس نے بعد میں ان حضرات سے بغاوت کر لی۔ سید احمد شہیدؒ نے اس شخص کو اپنی جماعت سے نکال دیا تھا اور حرمین شریفین کے علماء نے اسے قتل تک کرنے کا فتویٰ صادر کر دیا تھا؛ لیکن وہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں انگریز اور اہلِ حدیث میں ص ۱۷

باطل مذہب ان کے درمیان بالکل ہی رائج نہ تھا۔پہلے کے سلفی فقہی مسائل میں عموماً جمہور کی آراء سے خروج اختیار کرنے کو پسند نہیں کیا کرتے تھے۔یہ لوگ عموماً عقائد سے متعلق مباحثات کے ذریعہ عوام میں فتنہ انگیزی کیا کرتے تھے؛لیکن بعد میں چل کر سلفیوں نے ہندوستانی غیر مقلدین سے اس مذہب کو اپنی دیگر بدعتوں اور گمراہیوں میں شامل کرلیا۔ یہاں تک کہ ناصر الدین البانیؒ بھی ہندوپاک کے غیر مقلدین سے متاثر ہونے کی بناپر متعصب قسم کے غیر مقلد ہوگئے تھے،اوراس کے بعد شیخ ناصر الدین البانیؒ اوران کی جماعت نے عالمِ عرب میں اس سلسلہ میں جو سیاہ کارنامہ انجام دیاہے وہ تفریقِ ملت،دانستہ/نادانستہ تخریب کاری،امتِ محمدیہ کی صفوں میں افتراق وانشقاق برپاکرنے[۵] کی ایک سنگین کڑی ہے۔ماضی میں عالمِ عرب کے تمام شافعی،مالکی اور حنفی علماء اٹھ کھڑے ہوئے اوران حضرات کے علمی ردود اور مدلل جوابات اور تشریحات کی بدولت یہ مذہب دن بدن ضعیف ہوتارہاہے۔اور فی الحال عالمِ عرب میں عدمِ تقلید کامذہب بہت ہی کمزور ہوچکاہے۔

لیکن ہندوستان میں یہ مذہب دن بدن بہت ہی مضبوط ہوتا جارہاہے خصوصاً موجودہ سالوں میں بڑے بڑے شہروں میں جو غیر مقلدیت کو شیوع ملاہے وہ حیرتناک بھی ہےاور قابلِ افسوس بھی۔

---

(۵) شیخ سعید رمضان بوطی اپنی کتاب السلفية: مرحلة زمنية مباركة لا مذهب اسلامي میں ص ۲۴۴ پر فرماتے ہیں: ۱۴۰۶ھ میں مجھے رابطہ عالمِ اسلامی کے ذریعہ ایک پروگرام میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی۔اس موقع پر مجھے بہت سے ان مہمانوں سے رابطہ کا موقع ملاجویورپ،امریکہ،ایشیااور افریقہ سے یہاں آئے ہوئے تھے،اور ان میں سے اکثرلوگ اپنے علاقے کے دعوتی اور اسلامی مراکز کے ذمہ دار حضرات تھے۔ لیکن دل کو شدید ٹھیس پہونچانے والی بات جس سے ہر مومن صادق کے قلب کو تکلیف پہونچے گی وہ یہ ہے کہ جس شخص سے بھی میں نے اس کے علاقے میں دینی دعوت کی رفتار کے بارے میں سوال کیا،اس نے انتہائی افسوس اور تلخی سے صرف ایک جواب دیا: ہمارے یہاں سب سے بڑامسئلہ سلفیوں کے ذریعہ پھیلائے جانے والے شدید اختلافات اور جنگ وجدال ہیں۔

جنوبی ہند میں غیر مقلدیت کا غیر معمولی شیوع

اس میں کوئی شک نہیں کہ پورا ہندوستان بلکہ پوری دنیا غیر مقلدیت کی زد میں ہے؛ لیکن جنوبی ہندوستان اس فتنہ سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہے اور یہ علاقہ اس وقت غیر مقلدیت کی آماجگاہ بنتا جارہا ہے۔ چنئی اور بنگلور میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس مسلک کے بہت قریب ہوتا جارہا ہے۔ چوں کی اس علاقہ میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کثرت سے موجود ہے، اس لیے یہ لوگ عدمِ تقلید کے دام میں بڑی آسانی سے پھنس جاتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ مودودیت بھی جنوبی ہند میں کافی شباب اور عروج پر ہے اور یہاں ان دونوں جماعتوں کے کارندے کافی سر گرم بھی ہیں۔ جنوبی ہند میں اکثر علماء اور ائمہ مساجد دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، اور بہت سے ائمہ غیر مقلدیت وغیرہ کے انسداد کے بارے میں کچھ کام بھی کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن یہاں کی مساجد کی مصلحت پرست کمیٹیوں اور صدر اور سکریٹری کے دباؤ کی وجہ سے علماء کو بھی مصلحت پسند بن جانا پڑتا ہے، اگرچہ کچھ علماء اس سے مستثنی ہیں۔

آخر کیا سبب ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اس باطل فرقے کی زد میں آتے جارہے ہیں۔ اس حقیر کے تجزیہ کے مطابق اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہو سکتے ہیں:

پہلا سبب

عالمِ عرب کے بعض ممالک خصوصاً سعودیہ عربیہ کا اس فرقے کی خفیہ اور کہیں کہیں کھلم کھلا پشت پناہی اور ان حضرات کو مال وزر کے ذریعہ تعاون دینا جس کی بدولت ان کے علماء آزادی سے تمام اسلامی جماعتوں کو ہدف بناتے رہتے ہیں، اور عوام کو عدمِ تقلید کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔ گویا اس فرقے کے افکار کی اشاعت میں دیگر فرقوں کی طرح مال وزر کا کافی اہم رول ہوتا ہے۔

حال ہی کی بات ہے یہ ناچیز دہلی میں ایک علمی اور دعوتی سفر پر گیا ہوا تھا۔ وہاں پر ہمارے ہی علماء اور چند دوستوں نے غیر مقلدیت کے بارے میں گفتگو شروع کی، اور گفتگو

مختلف پہلوؤں پر کافی دیر تک جاری رہی۔ اسی دوران ہمارے ایک قریبی دوست نے احقر کے سامنے چند کتابیں لاکر رکھ دیں۔ یہ دو کتابیں تھیں اور دونوں ہی کتابوں کے مصنف تھے مولانا فرقان مہربان علی بجنوری-زید مجدہم۔ ایک کتاب تو عربی میں ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، اور اس کا نام ہے: **جهود الشيخ الإمام المصلح المجدد محمد بن عبد الوهاب والمملكة العربية السعودية في نشر التوحيد والسنة والأمن والسلام۔** اور دوسری کتاب کا نام ہے: **توحید وسنت کے لیے قربانیوں کی ایک جھلک**، جو اردو زبان میں ہے۔ یہ کتابیں جس وقت میرے سامنے لائی گئیں، اس وقت تقریباً رات کے دو بج رہے تھے۔ خیر ہر چند کہ احقر سفر کی تکان سے چور اور مغلوب النوم تھا، اس کے باوجود بھی کتاب کی جستہ جستہ ورق گردانی اور سرسری نظر ڈالے بغیر رہا نہ گیا۔ اور پھر کیا تھا کہ چند چیزوں نے تو میری آنکھوں سے نیندیں ہی غائب کردیں۔ پہلی بات جو مجھے بتائی گئی وہ یہ تھی کہ اس کتاب کے مصنف خود دارالعلوم دیوبند کے فرزند ہیں۔ لہذا مجھے بڑا تعجب ہوا کہ آخر دیوبند کا ایک فاضل اس طرح کی تحریر لوگوں میں کیسے عام کرسکتا ہے جس میں بلاخوف تقلید، تصوف، اور عقائد میں تاویل کو بدعت قرار دیا گیا ہو اور ان چیزوں کو انحراف اور ضلال بتایا گیا ہو۔ دوسرا بڑا جھٹکا یہ لگا کہ اس مشکوک اور پر تخریب کتاب پر دارالعلوم کی ایک موقر شخصیت، استاذِ تفسیر وادب دارالعلوم دیوبند، اور ناظمِ عمومی کل ہند رابطہ مدارسِ اسلامیہ عربیہ کے تقریظی اور تعریفی کلمات[6] بھی تھے، جس

---

(٦) کسی کتاب پر تقریظ اور اس کے لیے تعریفی اور دعائیہ کلمات لکھنے سے پہلے بہت مناسب ہوتا ہے کہ اس کے مضامین اور مشمولات کو غور سے پڑھ لیا جائے۔ بسا اوقات بدنیت لوگ علماء اور مقرظین کی غفلت کا ناجائز فائدہ اٹھا لیتے ہیں، اور اپنے فاسد اعتقادات اور خیالات لوگوں کے درمیان پھیلانا شروع کردیتے ہیں۔ احقر نے کسی کتاب میں مفتی محمد تقی عثمانی ——دامت برکاتہم—— کے قلم سے پڑھا ہے کہ آپ کسی کتاب پر اس وقت تک تقریظ رقم نہیں کرتے ہیں جب تک اس کے مشمولات کو بغور پڑھ نہ لیں اور اس سے پورے طور پر مطمئن نہ ہوجائیں۔ حضرت مفتی تقی صاحب زید مجدہم جیسے محتاط عالمِ دین سے اسی طرح کی امید کی جاسکتی ہے۔ واقعی ہر عالمِ دین کو اسی نہج پر چلنا

سے بادی النظر میں ایک شخص کو اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ انتہائی مستند اور معتبر کتاب ہے، جب کہ حقیقت بالکل برعکس ہے۔ میں نے یہ سوچا کہ شاید کتاب کی تشہیر کے لیے ڈاکٹر فرقان نے یہ تقریظ حاصل کرلی ہو اور شاید ناظمِ عمومی کل ہند رابطہ مدارسِ اسلامیہ عربیہ کے پاس کثرتِ اشتغال کی وجہ سے کتاب کو گہرائی سے مطالعہ کا موقع نہ مل پایا ہو؛ ورنہ میں نہیں سوچتا کہ مولانا جیسا جید الاستعداد اور سیع النظر عالمِ دین اس کتاب کے محتویات کو جاننے کے بعد بھی تقریظ رقم کرنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔

خیر کتاب کا میں نے گہرائی سے مطالعہ کرنا شروع کردیا۔ بس جوں جوں کتاب پڑھتا جارہا تھا، یہ تاثر پورا مضبوط ہوتا جارہا تھا کہ یہ کتاب دیوبندی مکتبِ فکر اور اس کے مذہبی، فکری اور اعتقادی مشرب کے خلاف منصوبہ بند انداز میں لکھی گئی ہے۔ تقلیدِ مذاہب کی شدید مذمت، اور ذاتی اجتہاد کی دعوت، اور جابجا ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ، ناصر الدین البانیؒ، بکر ابوزیدؒ وغیرہ، جو اساطینِ عدمِ تقلید اور سلفیت کے علمبردار تھے، ان کی کتابوں سے اقتباسات موجود تھے۔ عربی کتاب کے ابتدائی صفحات سے ایک اقتباس دینا چاہوں گا۔ اس کتاب میں ج ۱ ص ۴۴ پر ڈاکٹر فرقان فرماتے ہیں: ولكن من الأسف الشديد أن أكثر الذين ينتمون إلى الإمام الدهلوي ويحبونه ويحترمونه ويقدرون جهوده في الإصلاح والتجديد ليسوا على طريقته في أخذ العقيدة الإسلامية والأعمال من الكتاب والسنة على منهج السلف الصالحين: الصحابة التابعين، والأئمة المجتهدين، وفي إتباعه للكتاب والسنة لإصرارهم على تاويلات فاسدة لآيات في صفات الله عزوجل وردت في الكتاب والسنة، ولإصرارهم على التعصب المذهبي وعلى البيعة الصوفية في سلاسلها البدعية من: الجشتية، والقادرية، والسهروردية، والنقشبندية، وبدفاعهم عن الصوفية القائلين بضلالة عقيدة وحدة

چاہئے۔ عموماً آج کل یہ مشاہدہ کرنے کو مل رہا ہے کہ بہت سے علماء تقریظ نویسی میں بے احتیاطی کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے بسا اوقات ایک تخریبی اور فاسد خیالات سے بھری ہوئی تحریر بھی ایک مستند دستاویز کی شکل میں طبع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچ جاتی ہے۔

الوجود وذلك بإكرامهم مؤيد هذه العقيدة الضالة ومرتبها ومفصلها ومعتقدها وناشرها الصوفي ابن عربي.

ترجمہ: لیکن افسوس کی بات ہے کہ امام ولی اللہ دہلویؒ کی جانب اپنے آپ کو منسوب کرنے والے اکثر لوگ، جو آپ سے محبت رکھتے ہیں، اور آپ کا احترام کرتے ہیں، اور اصلاح و تجدید کے میدان میں آپ کے کارناموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، یہ حضرات در حقیقت سلفِ صالحین، صحابہ وتابعین، اور ائمہ مجتہدین کے نہج پر کتاب وسنت سے اسلامی عقائد اور اعمال کو امام دہلویؒ کے طرز پر نہیں اخذ کر رہے ہیں، اور یہ حضرات کتاب وسنت کی اتباع میں ان کے نہج پر قائم نہیں ہیں۔ کیوں کہ یہ حضرات کتاب وسنت میں موجود اللہ کی صفات کے بارے میں وارد نصوص کی فاسد تاویلات کرتے رہتے ہیں، اور اس طرح سے یہ لوگ مذہبی تعصب میں مبتلا رہتے ہیں اور صوفیا کے چاروں مبتدع سلاسل یعنی: چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ میں بیعت کرنے پر اصرار کرتے ہیں، اور اسی طرح سے یہ لوگ وحدۃ الوجود کے منحرف عقیدہ کے قائل صوفیاء کا دفاع کرتے رہتے ہیں، اور اس گمراہ عقیدہ کے موید، اور اس کے مرتب، اور اس کے منقح اور اس کے حامی اور ناشر صوفی ابن عربیؒ کا اکرام کرتے ہیں۔

اس عبارت میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ تقلید تعصبِ مذہبی کی علامت ہے، اور تصوف بدعت ہے، اور جو لوگ اس سے جڑے ہوئے ہیں وہ لوگ صحابہ، تابعین، اور دیگر مستند علماء اور امام ولی اللہ دہلویؒ کے طرز سے ہٹے ہوئے ہیں، اور یہ لوگ صفاتِ باری کے باب میں فاسد تاویلات کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔

اس کتاب میں محمد بن عبد الوہابؒ کی بے جا تعریف کی گئی ہے، اور جابجا آپ کو مجدد کے طور پر پیش کیا گیا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ محمد بن عبد الوہابؒ کو مجدد کہا ہی نہیں جا سکتا۔ موصوف نہ تو اتنے بلند علمی اور عملی کمالات سے متصف تھے اور نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ اور اصلاح و تجدید کے اس منصب پر فائز تھے جہاں پہونچنے کے بعد ایک عظیم مفکر اور عالمِ دین کو مجدد کا لقب دیا جا سکے۔ علامہ کشمیریؒ نے بجا فرمایا ہے: أما محمد بن عبد الوهاب النجْدِي فإنه كان رجلاً بليداً، قليلَ العلم، فكان يتسارع إلى

الحكم بالكفر، ولا ينبغي أن يقتحم في هذا الوادي إلا من يكون متقنًا عارفًا بوجوه الكفر وأسبابه۔رہا مسئلہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا تو یہ شخص تو ایک بلید شخص تھا، اور کم علم تھا، جس کی وجہ سے کفر کا حکم لگانے میں جلد بازی سے کام لیا کرتا تھا۔ اس میدان میں صرف اس آدمی کو دخل اندازی کرنی چاہئے جو کفر اور اس کے اسباب ووجوہ کے بارے میں بھرپور معلومات اور مہارت رکھتا ہو۔ ملاحظہ فرمائیں: فيض الباري على صحيح البخاري ج۱ص۱۷۱(۷)

ظاہر ہے جو شخص بلید، کم علم اور تکفیر کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہو وہ مجدد قطعاً نہیں ہو سکتا ہے۔ محمد بن عبدالوہابؒ کی کتابوں میں ایسی علمی اغلاط پائی جاتی ہیں جس سے آپ کو ایک مستند عالم ماننا بھی مشکل ہے۔ہاں محمد بن عبدالوہابؒ کو مجدد فی التکفیر والتضلیل کہا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ ابن عبدالوہابؒ اور ان کی جماعت نے جمہورِ مسلمین کی جو تکفیر اور تضلیل کی ہے اس کی نظیر تاریخِ اسلام میں مشکل سے ملے گی۔ اس جماعت کے سارے لوگ ادنی سی مخالفت کی بنا پر مخالفین پر آسانی سے کفر کا فتوی ٹھونک دیتے ہیں۔

---

(۷) قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ربانی بکڈپو دہلی اور اسی طرح سے دیوبند سے شائع ہونے والے فيض الباري کے نسخہ میں اس پوری عبارت کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ بظاہر اس سلسلہ میں کسی دانستہ تخریب کاری کا ہاتھ محسوس ہوتا ہے۔ وہابیوں، سلفیوں اور اہلِ حدیث حضرات کے یہاں کتابوں سے عبارتوں کا ساقط کرنا، پیسہ دے کر علمی تخریب کاریاں انجام دینا، علماء کی زبانی علماء کے خلاف افتراپردازیاں اہم اصولوں میں سے ہے۔ بہت ممکن ہے کسی وہابی، سلفی یا اہلِ حدیث نے صاحبِ مکتبہ کو پیسہ دے کر ایسا کرنے پر مجبور کیا ہو۔ یہ حضرات شیوخ اور محدثین تک کوریالوں میں خرید لیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں لکھواتے یا بلواتے ہیں۔ چوں کہ ہندوستان اور پاکستان میں غربت بہت زیادہ ہے اور معاشی مفلوک الحالی ایک عام بات ہے، اس کی وجہ سے ہمارے بعض علماء بھی پیسوں کے دباؤ میں ان کے منحوس مقاصد کے لیے ہتھکنڈے بن جاتے ہیں۔
یاد رہے عالمِ عرب میں طبع ہونے والے تمام فيض الباري کے نسخوں میں یہ عبارت پورے طور پر موجود ہے۔ فيض الباري کے دار الکتب العلمیہ کے ذریعہ مطبوعہ نسخہ میں ج۱ص ۲۵۲ پر یہ پوری عبارت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

دوسرا سبب

دوسرا سبب یہ ہے کہ عوام الناس کو ورغلانے کے لیے یہ حضرات بہت ہی سنہرے جال ڈالتے ہیں اور عموماً قرآن اور حدیث کی اتباع کا نعرہ لگاتے ہیں اور عوام اپنی کم فہمی، کج فہمی، اور سادگی کی بناپر ان کے دامِ فریب میں پھنس جاتی ہے۔ یہ حضرات عوام کے ذہنوں میں چند بنیادی سوالات ڈال کر ان کے اندر انتشار پیدا کر دیتے ہیں۔ کئی بار ایسے نوجوانوں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے جنھیں کسی غیر مقلد نے ہائی جیک کر لیا اور ان کے کانوں میں یہ بات بھر دی کہ اس کی نماز اور اس کی ساری عبادت غلط ہے اور حدیث کے مطابق ہے ہی نہیں۔ اس سے ایک سادہ طبیعت کا آدمی اور کم علم شخص متردد ہو جاتا ہے اور بعض ایسے لوگ غیر مقلد بھی بن جاتے ہیں۔

تیسرا سبب

تیسرا بنیادی سبب یہ ہے کہ عصری تعلیم اور یونیورسٹی اور کالج سے مربوط طلبہ اور اساتذہ کے اندر مغربی تہذیب سے وابستگی کی وجہ سے ایک فکری آزادی پیدا ہو جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں یہ لوگ کسی آزاد خیال مشرب کی تلاش میں رہتے ہیں، اور بد قسمتی سے ان حضرات کو یہ مشرب مودودیت اور غیر مقلدیت میں دستیاب ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر ذاکر نائک وغیرہ کے متبعین میں اسی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے مودودی حضرات بھی چونکہ کافی آزاد خیال ہوتے ہیں اور ان کے اندر بھی کافی روایت پسندی سے خروج کی عادت پائی جاتی ہے، یہ حضرات بھی اس مسلک کے گرویدہ بنتے جا رہے ہیں۔ چونکہ غیر مقلدیت میں کافی آزادی ہے اور ان کے یہاں نہ تو حجاب فرض ہے اور نہ ہی حیا کا زیادہ پاس ولحاظ، اور ساتھ ساتھ جتنی طلاقیں چاہیں دیتے رہیں، آخر میں ساری طلاقیں ایک ہی مانی جاتی ہیں، اور اسی طرح سے دیگر معاملات اور عبادات میں ان کے یہاں کافی سہولتیں ہیں، اس لیے یہ مسلک مزید پرکشش بنتا جا رہا ہے۔

چوتھا سبب

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ادھر ماضی قریب سے علماءِ دیوبند کچھ اپنے اندرونی مسائل میں الجھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے محاذ پورا خالی ہو گیا تھا اور باطل کو پورے طور کھلا ہوا میدان

مل گیا، اور مختلف لوگوں کو یہ حضرات اپنا ہمنوا بناتے چلے گئے۔ (۸)

موجودہ دور: دعوتی دور

یادرہے آج کا زمانہ دعوتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ داعی نہیں بنیں گے تو آپ کو یا آپ کے سماج کو مدعو بننا پڑے گا۔ اگر آپ کسی کو اپنا پیغام پہونچانے اس کے پاس نہیں جائیں گے، تو پھر کوئی دوسرا شخص آپ کے پاس اپنا پیغام لے کر آجائے گا۔ اس دور میں تمام مسالک، مذاہب اور فرقے پھیری والوں کی طرح اپنے عقائد کی ترویج اور اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں گھر گھر جاکر صحیح مسلک کی ترجمانی کرنی پڑے گی۔

اس فرقہ کے ظہور اور تمام ممالک اور شہروں میں ان کے پروپیگنڈوں سے سب سے بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ مساجد اور اسلامی مراکز جنگ وجدال کا میدان بن چکے ہیں۔ مسلمانوں کی باہمی اخوت اور مودت شدید نفرت اور عداوت میں تبدیل ہوچکی ہے، اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ ان آپسی اختلاف کو رفع کرنے کے لیے کفار تک کو مداخلت کرنی پڑی۔

واشنگٹن کی ایک مسجد میں امریکی افسران کی مداخلت

شیخ سعید رمضان بوطی السلفية:مرحلة زمنية مباركة لا مذهب اسلامي (۹) میں ص ۲۴۴ پر تحریر فرماتے ہیں: کچھ اس طرح کے اختلافات واشنگٹن کی

---

(۸) ایک بار پھر سے علماءِ دیوبند نے اپنی توجہ ادھر مبذول کی ہے جس کے اثرات نمایاں طور پر مختلف جگہوں میں دیکھنے میں آرہے ہیں، اور مختلف شہروں میں علماءِ دیوبند اس فرقہ کی تردید کے لیے ہمہ تن مصروف نظر آرہے ہیں۔ اللہم زد فزد

(۹) سلفی مسلک کی تردید اور عالم اسلام پر اس کے منفی اثرات کے بارے میں لکھی گئی یہ سب سے اہم کتاب ہے۔ یہ کتاب سلفیوں کے حلق میں کسی علقم سے کم نہیں۔ یہ کتاب پڑھ کر کوئی بھی واقعیت پسند شخص سلفیت کو کبھی بھی مسلمانوں کے لیے پسندیدہ مذہب نہیں قرار دے سکتا۔ اس کی اشاعت سے سلفیوں کے درمیان ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ بہت سی سلفیوں کی زر خرید تنظیمیں اس کتاب کے تمام نسخوں کو خرید کر لوگوں کی نظروں سے چھپالیتی ہیں۔ صدیق محترم مولانا عارف جمیل مبارکپوری

ایک مسجد میں کچھ سالوں سے شدت اختیار کر گئے، یہاں تک کہ امریکی حکومتی افسران کو مداخلت کرنی پڑی، اور یہی نہیں بلکہ چند مہینوں کے لیے مسجد کو بھی بند کر دیا گیا۔

پیرس کی ایک مسجد میں مسلکی اختلافات

شیخ بوطی مزید فرماتے ہیں: اسی طرح سے پیرس کی ایک مسجد میں مسلکی اختلافات کافی شدت اختیار کر گئے، جس کی وجہ سے فرانس کی پولیس کو مسجد میں گھسنا پڑا۔ لیکن المناک بات جس سے ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی وہ یہ ہے کہ جب اختلاف کرنے والوں میں سے کسی ایک کے اندر مسجد کی حرمت اور تقدیس اور دینِ خداوندی کی وجہ سے غیرت آگئی اور اس نے دیکھا کہ پولیس جوتوں میں ہی مسجد میں داخل ہو رہے ہیں، تو وہ فوراً چیخ پڑا کہ یہاں سے باہر نکل جاؤ یا جوتے نکال کر اندر آؤ۔ اس پر پولیس نے اس کے چہرہ پر ایک چپت رسید کیا اور کہا: بیوقوفو، تم ہی لوگوں نے تو ہمیں مسجد میں گھسنے پر مجبور کیا ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ اس جماعت سے امت میں کافی انشقاق اور انتشار پیدا ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ آئے دن اسلامی سماج کی وحدت ان لوگوں سے شدید طور پر متاثر ہوتی جا رہی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اتحاد و اتفاق کے سایہ میں بنیانِ مرصوص کی طرح رہنے کی توفیق دے۔ آمین

محمد انوار خان، دیوبند
۲۰ مصفر المظفر، ۱۴۳۴ھ

نے اس کتاب کا ایک نفیس اردو ترجمہ کیا ہے، اور یہ اردو ایڈیشن شائع بھی ہو چکا ہے؛ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب ہمارے یہاں کے علمی حلقوں میں متداول نہیں ہے۔

تمہید

امام کوثری ؒ کا یہ مقالہ ۲۷ صفر ۱۳۷۵ھ میں مجلہ **"صوت الاسلام"** میں مصر میں شائع ہوا۔ اربابِ مجلہ نے مقالہ اور مقالہ نگار کے حق میں مندرجہ ذیل تعارفی کلمات بھی شائع کیا تھا: "موجودہ سالوں میں عالمِ اسلام میں اسلام مخالف پروپیگنڈے مختلف شکلوں میں ظاہر ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر پروپیگنڈے سامراجیوں کے ذریعہ پیسوں اور ڈالروں کے ذریعہ وجود میں لائے جارہے ہیں جن کا واحد مقصد مسلمانوں کے درمیان افتراق وانشقاق پیدا کرنا، اور ان کو ان کے سرچشمۂ ہدایت وعظمت سے دور کرنا، نیز ان کے شاندار اور تابناک ماضی سے ان کا رشتہ ختم کرنا ہے۔ کچھ اسی طرح کا وہ ناپاک پروپیگنڈہ بھی ہے جس کو بدقسمتی سے ایک ایسا معروف گروہ ہوا دے رہا ہے جس کی دشمن ممالک مال وزر اور مختلف شکلوں سے تعاون کر رہے ہیں۔ اس پروپیگنڈہ کا مقصد اس دعوی کے ساتھ مذاہبِ اربعہ کو مسترد کرنا ہے کہ ہمیں صرف قرآن اور سنت کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے، اور بلا واسطہ انھیں سے استنباط کرنا چاہیے نہ کہ دیگر مسلم ائمہ اور بڑے فقہاء کے واسطے سے۔۔۔ محققِ جلیل علامہ کوثری ؒ سے زیادہ اس موضوع پر حق وباطل کو واشگاف کرنے کا اہل اور کون ہو سکتا تھا؟" مترجم

غیر مقلدیت: الحاد کا دروازہ

تالیف
شیخ الاسلام، محققِ جلیل، امام محمد زاہد الکوثریؒ
ولادت: ۱۲۹۶ہجری، ۱۸۷۹عیسوی
وفات: ۱۳۷۱ہجری، ۱۹۵۲ عیسوی

مترجم و محشی
محمد انوار خان قاسمی بستوی

غیر مقلدیت: الحاد کا دروازہ

متذبذب اور متلون شخص

سیاست دانوں کے نظریات باہم کتنے مختلف کیوں نہ ہوں، اس کے باوجود آپ کو ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ملے گا جو ایسے شخص کو کوئی اہمیت دیتا ہو جو دعوی تو سیاست دانی کا کرتا ہو؛ لیکن سیاست کے میدان میں خود اس کے پاس کوئی بنیادی اصول نہ ہوں جس کی وہ اعتماد اور اخلاص کے ساتھ پیروی کرتا ہو۔ اسی طرح سے اس شخص کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہوتی جو ہر گروہ سے یہ کہتا پھرے: میں آپ ہی کے گروہ کے ساتھ ہوں۔

انسان کی سب سے بد ترین عادت یہ ہے کہ وہ ہر شخص سے یہ کہتا پھرے کہ وہ اسی کے ساتھ ہے۔ دراصل ایسا انسان اگرچہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک خاص گروہ سے تعلق رکھتا ہے؛ لیکن در حقیقت ایسا شخص نہ تو اِس گروہ کے ساتھ ہوتا ہے اور نہ ہی اُس گروہ کے ساتھ۔

کسی قدیم شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

يوماً يمانٍ إذا لاقيتَ ذا يمن   وإذا لقيت معديا فعدناني (۱۰)

---

(۱۰) اس شعر کے قائل عمران ابن حطّان بن ظبیان سدوسی شیبانی وائلی ہیں۔ عمران کا تعلق خوارج سے تھا، اور آپ اس گروہ کے خطیب اور شاعر تھے۔ عمران کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ نے حضرت عمر، اور حضرت ابو موسی اشعری وغیرہ سے روایت بھی کی ہے، اور آپ سے ابن سیرینؒ اور قتادہؒ وغیرہ نے روایتِ حدیث کی ہے۔ عجلیؒ نے ان کی توثیق بھی کی ہے، اور محارب نے یہاں تک کہا ہے: میں عمران بن حطّان کے ساتھ رہ چکا ہوں؛ لیکن میری آنکھوں نے ایسا دوسرا شخص نہیں دیکھا ہے۔ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں موصوف کے بارے میں صدوق کہا ہے، اور یہ کہ

جس دن تم یمنی سے ملتے ہو تو اپنے آپ کو یمنی کہتے ہو، اور جب کسی معدی سے ملتے ہو تو اپنے آپ کو عدنانی کہتے ہو۔

اور جو شخص مختلف مذاہب کے درمیان غیر مقلدیت [11] کو اختیار کر کے متذبذب پھرتا رہتا ہے، وہ دراصل تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بدتر ہوتا ہے۔

کسی خاص جماعت سے وابستگی

ہر میدان میں علماء کے خاص گروہ ہوتے ہیں اور ان کے اصول ایک ہی فن میں خاص اطمینان کے باوجود مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص فلسفہ کا دعوی کرتا ہے، اور وہ خود فلاسفہ کے کسی خاص گروہ سے منسلک نہیں ہے، تو ایسے شخص کو بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ حماقت کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ فلسفہ کے گروہ سے۔ مختلف علوم و فنون کو جمع کرنے والے علماء کے کچھ اپنے خاص اصول اور متعینہ مسالک تھے یہاں تک کہ عربی زبان میں بھی اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور جو لوگ اس کے شفاف سرچشمہ سے سیرابی کے

آپ کا تعلق خوارج کے مذہب سے تھا۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بعد میں عمران اس مذہب سے تائب ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم

(۱۱) غیر مقلدیت یا لامذہبیت سے مراد سلفِ صالح خصوصاً ائمہ اربعہ: ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ وغیرہ کی فقہی آراء کو مسترد کرنا، اور کسی کی تقلید نہ کرنا، ہر ایک کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھولنا، اور جو مسئلہ کسی کو مناسب معلوم ہو اس پر دھڑلے سے عمل کرنا ہے۔ اسی طرح سے بعض لوگوں کا یہ دعوی کہ ائمہ اربعہ کا اجتہاد ان کے زمانہ کے مناسب تھا؛ اور اب ان حضرات کا اجتہاد ہمارے دور میں قابلِ عمل نہیں رہا۔ اسی وجہ سے آج بہت سے اسلامی ممالک میں یہ بیماری پھیلتی جا رہی ہے کہ چھوٹے چھوٹے طلبہ اور حتی کہ عوام تک ائمہ اربعہ کے مذاہب پر تنقید کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور علماء کی تجہیل کرتے ہوئے ان کی مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ آج سلف کے آراء کی تقلید کرنے والوں کے ساتھ مذاق اڑایا جاتا ہے اور ان کی تنقیص کی جاتی ہے، اور فقہی مسائل میں ان بزرگوں کی اتباع کو جمود، تقلید، مخالفتِ حدیث، اور قدامت پرستی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

لئے اسکے دامن کو مضبوطی سے تھامتے ہیں انھیں قطعاً احمق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جملہ علوم میں فقہِ اسلامی کی طرح صدیوں سے اسلام کے اولین عہد سے لیکر آج تک علماء نے ایسی توجہ کسی اور فن کو نہ دی۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کو فقہ کی تعلیم دیتے تھے اور استخراج کے طریقوں کی جانب ان کی مناسب رہنمائی بھی فرماتے تھے جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہی تقریباً چھ صحابیؓ فتویٰ دیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے رفیقِ اعلیٰ سے جاملنے کے بعد، صحابہؓ انھیں بزرگوں سے فقہ حاصل کرتے رہے اور صحابہؓ اور تابعین میں ان کے معروف تلامذہ ہوئے۔ تیسرے خلیفۂ راشدؓ کے دور تک مدینہ کو مہبطِ وحی اور صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد کے قیام کا مرکز ہونے کا شرف حاصل رہا۔ مدینہ کے بہت سے تابعینؒ نے فقہ اور احادیث کے باب میں صحابہ سے منقول مختلف علوم کو جمع کرنے پر توجہ مرکوز کی چنانچہ مدینہ کے فقہاءِ سبعہؒ(۱۲) کا فقہ میں ایک عظیم مقام ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ صحابہؓ کے فتاوی کے ماہر، عظیم تابعی، سعید بن المسیبؒ جیسے شخص سے اپنے والد کے فتاوی کے بارے میں کبھی کبھی دریافت کرلیا کرتے تھے۔

---

(۱۲) ان حضرات کو فقہاءِ سبعہ اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ لوگ ایک ہی دور میں مدینہ میں فقہ وفتوی کی ذمہ داری میں مصروف تھے جب کی اس دور میں تابعین کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ لیکن ان ساتوں کو جو مقبولیت اور علمی مقام حاصل تھا وہ دوسروں کے حصے میں نہیں آیا۔ اکثر مورخین کے نزدیک فقہاءِ سبعہ کا اطلاق مندرجہ ذیل عظیم علماء پر ہوتا ہے: ۱) سعید بن المسیبؒ (متوفی ۹۳ھ)، ۲) ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشامؒ (متوفی ۹۴ھ) ۳) عروہ بن زبیر بن العوامؒ (متوفی ۹۴) ۴) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعودؒ (متوفی ۹۸ھ) ۵) خارجہ بن زید بن ثابتؒ (متوفی ۱۰۰ھ) ۶) سلیمان بن یسارؒ (متوفی ۱۰۷ھ) ۷) اور قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (متوفی ۱۰۸ھ)۔ کسی نے فقہاءِ سبعہ کو شعر میں اس طرح جمع کیا ہے:

إذا قيل من في العلم سبعة أبحر ــــ روايتهم عن العلم ليست بخارجة

فقل: هم عبيد الله، وعروة، وقاسم ــــ سعيد، أبو بكر، سليمان، خارجة

امام مالکؒ متقدمین کے علوم کے وارث

پھر ان تمام علماء کا علم مدینہ میں امام مالکؒ کے شیوخ تک منتقل ہو گیا۔ اور پھر امام مالکؒ نے انھیں جمع کر کے عوام تک ذائع اور شائع کیا؛ چنانچہ تاصیل و تفریع کے اعتبار سے آپ کی جانب اس مذہب کو منسوب کردیا گیا۔ اُس زمانہ کے عظیم علماءؒ آپ کے دلائل کی قوت اور آپ کے منہاجِ استنباط کے احترام میں صدیوں کے لئے آپ کے سامنے جھک گئے۔ اور اگر آپ سے منسلک علماء میں سے کوئی ایک عالم بھی اپنے ذاتی مسلک کی طرف عوام کو دعوت دیتا، تو وسعتِ علم اور قوتِ نظر کی وجہ سے ضرور اس کی اتباع کرنے والے کچھ لوگ مل جاتے؛ لیکن اس کے باوجود ان تمام علماء نے مدینہ کے امام کے مذہب سے منسلک ہونے کو ترجیح دی اور یہ سب کچھ محض اِس ارمان کے ساتھ تاکہ امت کی شیرازہ بندی کی جا سکے۔ ان حضرات کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ امامِ مذہب سے مروی کچھ ضعیف مسائل کو چھوڑ کر ایسے مسائل کو اختیار کیا جا سکتا ہے جو فقہاءِ مذہب کے ماہرین کے نظر میں دلیل کے اعتبار سے زیادہ قوی اور برہان کے اعتبار سے زیادہ سنجیدہ ہوں۔ یہاں تک کہ یہ مذہب کمزوری کے مقامات کے تعاقب کرنے والے علماء کی بدولت پورے طور پر مضبوط ہو گیا۔ چنانچہ اگر متاخرین میں کوئی شخص اس کی مخالفت یا پنجہ آزمائی کرنا چاہے تو اسے مایوسی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ (۱۳)

یہی حال بقیہ ائمہ متبوعین کے مذاہب کا ہے۔ مثال کے طور پر کوفہ کو لے لیجئے۔ جب عمر بن خطابؓ نے عرب کے فصیح قبیلوں کو یہاں بسایا، تو کوفہ والوں کو دین کی سمجھ بوجھ

---

(۱۳) امام مالکؒ، آپ کے مذہب اور آپ کے تلامذہ کے حق میں امام کوثریؒ کے یہ تعظیمی کلمات آپ کے عدمِ تعصب اور انصاف کا بین ثبوت ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ سے متقدم ہیں، اس کے باجود امام کوثریؒ کا امام مالکؒ کا اتنے بلند کلمات کے ساتھ ذکر اور اس مذہب کی تعریف مذہبِ حنفی کے لیے آپ کے تعصب کی تردید کرتی ہے، اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ دیگر مذاہب کی تنقیص نہیں کرتے تھے جیسا کے امام کوثریؒ کے مخالفین تشہیر کرتے رہتے ہیں۔

کے لئے عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ کہتے ہوئے روانہ کیا: ''میں نے تمھارے لئے اپنی ذات پر عبداللہ بن مسعودؓ کو ترجیح دی ہے۔''

صحابہ کے درمیان عبداللہ بن مسعودؓ کا بلند مقام

صحابہؓ کے درمیان عبداللہ بن مسعودؓ کا بہت ہی بلند مقام ہے۔آپ ہی کے بارے میں حضرت عمر بن خطابؓ کا فرمانا ہے: ''اس شخص کی مثال علم سے بھرے ہوئے ایک گھر کی ہے۔'' اور آپ ہی کے بارے میں حدیث کے مندرجہ ذیل الفاظ وارد ہیں: ''مجھے اپنی امت کے لئے وہ سب کچھ پسند ہے جو ابن ام عبدؓ کو پسند ہے۔'' اور ایک دوسری حدیث میں ہے: ''جو شخص قرآن کو اس طرح تروتازہ پڑھنا چاہے جیسا کہ یہ نازل ہوا، تو اسے ابن ام عبدؓ کی قرات کے مطابق پڑھنا چاہئے۔(۱۴)''

---

(۱۴) حضرتِ حذیفہؓ سے ایک مشہور روایت ہے: كان أقرب الناس هديا ودلا وسمتا برسول الله صلى الله عليه وسلم ابنُ مسعود، حتى يتوارى منا في بيته، ولقد علم المحفظون من أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أن ابن أم عبد هو أقربهم إلى الله زلفى (یعنی ابن مسعودؓ طور طریقہ، اور چال ڈھال میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ہم لوگوں سے اپنے گھر میں چھپ جاتے تھے۔ محمد ﷺ کے اصحاب کو یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ابن ام عبداللہؓ کے یہاں بھی سب سے زیادہ قریب ہیں۔) حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً ایک دوسری روایت ہے: اقتدوا باللذين من بعدي: أبو بكر وعمر واهتدوا بهدي عمار وتمسكوا بعهد ابن أم عبد (یعنی میرے بعد، ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرنا، اور عمارؓ کے طریقے کو اختیار کرنا، اور ابن ام عبدؓ کی باتوں کو مضبوطی سے تھام لینا۔) امام بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت حمیدیؒ، اور حاکمؒ نے کی ہے اور حاکمؒ نے اس کی تصحیح بھی کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: (إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة نمبر ۶۵۵۷) ایک اور روایت میں ہے: وما حدثكم ابن مسعود فاقبلوه (یعنی ابن مسعودؓ تم سے جو بھی کہیں اسے بسر و چشم قبول کرلو۔) اس حدیث کی روایت ابن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف ج ۲۰ ص ۵۸۰، اور ابن حبانؒ نے اپنی

ابن مسعودؓ کی قراءت وہی ہے جسے عاصم(۱۵) زِرّ بن حبیش سے اور وہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ نیز علی بن ابی طالبؓ کی قرات وہ ہے جسے عاصم ابو عبدالرحمنؒ سے اور وہ بروایت عبداللہ بن حبیب سلمیؒ اور وہ حضرت علیؓ سے روایت فرماتے ہیں۔

ابن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ سے حضرت عثمانؓ کے دور تک اہل کوفہ کو فقہ کی تعلیم پر بھرپور توجہ دی یہاں تک کہ کوفہ فقہاء سے بھر گیا۔

جب علی بن ابی طالبؓ نے کوفہ کا رخ فرمایا، تو وہاں فقہاء کی کثرت سے آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اللہ ابن ام عبدؓ پر رحمت کی بارش کرے، اس نے تو اس بستی کو علم سے مالا مال کر دیا ہے۔(۱۶)''

صحیح ج۱۵ ص۳۲۸ میں کی ہے۔

(۱۵) عاصمؒ قراءِ سبعہ میں سے ہیں۔ جن قراءِ سبعہ کی جانب ساتوں قراتیں منسوب کی جاتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں: ۱) نافع بن عبدالرحمن مدنیؒ (متوفی ۱۶۹ھ)۔ ان کے دو راوی ہیں: ۱) قالونؒ ۲) ورشؒ۔ ۲) عبداللہ بن کثیر مکیؒ (متوفی ۱۲۰ھ)۔ ان کے دو راوی ہیں جو ان سے کئی واسطوں سے روایت کرتے ہیں: ۱) بزیؒ ۲) قنبلؒ۔ ۳) ابو عمرو بن العلاء بصری مازنیؒ (متوفی ۱۵۴ھ)۔ ان کی قراءت کے راوی یحی ابن مبارک یزیدیؒ کے واسطہ سے دو لوگ ہیں: ۱) دوریؒ ۲) سوسیؒ۔ ۴) عبداللہ بن عامر یحصبیؒ (متوفی ۱۱۸ھ) کئی واسطوں سے ان کی قراءت کے دو رواۃ ہیں: ۱) ہشام بن عمارؒ، ۲) ابن ذکوانؒ۔ ۵) عاصم بن ابی النجودؒ (متوفی ۱۲۷ھ) ان سے ان کی قراءت بغیر کسی واسطے کے دو لوگ روایت کرتے ہیں: ۱) حفص بن سلیمان اسدی کوفیؒ ۲) ابو بکر بن شعبہ بن عیاش کوفیؒ ۶) حمزہ بن حبیب زیات کوفیؒ (متوفی ۱۵۶ھ)۔ سلیم بن عیسیؒ کے واسطہ سے ان سے دو لوگ ان کی قراءت کے رواۃ ہیں: ۱) خلف بن ہشام بزارؒ ۲) خلاد بن خالد کوفیؒ۔ ۷) علی بن حمزہ کوفی معروف بہ کسائیؒ (متوفی ۱۸۹ھ) ان سے بلا واسطہ دو لوگ روایت کرتے ہیں: ۱) ابو الحارث لیث بن خالدؒ ۲) ابو عمر حفص بن عمر دوریؒ

(۱۶) امام سرخسیؒ نے مبسوط ۶۸:۱۶ میں ابن مسعودؓ کے تلامذہ کی تعداد چار ہزار بتایا ہے۔ سرخسیؒ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: ولہ أربعة آلاف تلميذ يتعلمون بين يديه حتى روي

أنه لما قدم علي رضي الله عنه بالكوفة وخرج إليه ابن مسعود رضي الله عنه مع أصحابه حتى سدوا الافق فلما رأهم علي رضي الله عنه قال: ملات هذه القرية علما وفقها۔ (ابن مسعودؓ کے چار ہزار ایسے تلامذہ تھے جنھوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ یہاں تک کہ روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لائے، تو آپ سے ملاقات کے لیے حضرت ابن مسعودؓ اپنے تلامذہ کی ایک جم غفیر لے کر آئے۔ جب حضرت علیؓ نے اتنی بڑی تعداد کو دیکھا تو فرمایا: آپ نے تو اس بستی کو علم اور فقہ سے مالا مال کر دیا ہے۔)

کوفہ میں ابن مسعودؓ کے ساتھ اکابر صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد تھی۔ ابن مسعودؓ کے ساتھ بطورِ معاون کوفہ میں مندرجہ ذیل کوہ قامت صحابہ موجود تھے: سعد بن مالکؓ، حذیفہؓ، عمار بن یاسرؓ، سلمان الفارسیؓ، اور ابو موسی اشعریؓ وغیرہ۔

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں: لم يكن أحد له أصحاب معروفون حرروا فتياه ومذاهبه في الفقه غير ابن مسعود، وكان يترك مذهبه وقوله لقول عمر، وكان لا يكاد يخالفه في شيء من مذاهبه ، ويرجع من قوله إلى قوله. وقال الشعبي: كان عبد الله لا يقنت، وقال: ولو قنت عمر لقنت عبد الله (ابن مسعودؓ کے علاوہ صحابہ میں کوئی ایسا نہیں گذرا ہے جس کے معروف تلامذہ ہوں، اور جس کے فقہی مسائل کو منضبط اور مرتب کیا گیا ہو۔ اور ابن مسعودؓ حضرت عمرؓ کی رائے کے سامنے اپنی رائے کو ترک فرمادیتے تھے، اور تقریباً کسی بھی مسئلہ میں حضرت عمرؓ کی مخالفت نہیں فرماتے تھے، اور اپنی رائے سے رجوع فرما کر حضرت عمرؓ کی رائے اختیار فرمایا کرتے تھے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں: عبد اللہ بن مسعودؓ قنوت کے قائل نہیں تھے۔ اگر عمرؓ قنوت کے قائل ہوتے تو ابن مسعودؓ بھی ضرور اس کے قائل ہوتے۔) ملاحظہ فرمائیں: إعلام الموقعین ج ۲ ص ۳۷-۳۶

مذہبِ حنفی دراصل ابن مسعودؓ اور حضرتِ عمرؓ کی آراء سے ماخوذ ہے جس کی تفصیل ہم ان شاء اللہ کسی جگہ ذکر کریں گے۔ اہلِ علم حضرات کو ابن مسعودؓ کی فقہ کے بارے میں مقالات رقم کرنے کی ضرورت ہے جس میں اس بات پر ضرور روشنی ڈالی جائے کہ فقہِ حنفی ابن مسعودؓ اور حضرتِ عمرؓ دونوں ہی کی آراء سے زیادہ تر ماخوذ ہے کیوں کہ ابن مسعودؓ اور عمر بن الخطابؓ باہم اتنے زیادہ علمی طور پر قریب تھے اور دونوں میں علمی اور فقہی امور میں اتنی یکسانیت اور ہم آہنگی تھی جس کی مثال عموماً صحابہؓ میں موجود نہیں ہے۔ بعض کتابوں کے مقدمات میں احقر نے یہ پڑھا ہے کہ جامعۃ العلوم

کوفہ کا علمی اور فقہی امتیاز

باب مدینۃ العلم (١٧) کے خطاب سے ملقب حضرت علیؓ کی ذات گرامی نے ان کے بعد وہاں

الاسلامیہ، بنوری ٹاون کراچی کے موجودہ مدیر ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نے جامع ازہر سے دکتوراہ کی تکمیل کے لیے ابن مسعودؓ کی فقہ کو بطورِ تھیسس منتخب کیا تھا جس کا عنوان ہے عبد الله بن مسعود إمام الفقه العراقي؛ لیکن یہ کتاب ہمارے یہاں ابھی دستیاب نہیں ہے۔

(١٧) یہ معزز لقب حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے دیا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: أنا مَدينةُ العلم، وعلي بَابها۔ لیکن اس حدیث کی صحت اور ضعف کے بارے میں ناقدین کے درمیان بہت ہی شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ بظاہر اس سلسلہ میں سب سے زیادہ معتدل قول حافظ ابن حجرؒ اور حافظ علائی کا معلوم ہوتا ہے۔ امام سیوطیؒ اللآلئ المصنوعة ۳۳۴:۱میں فرماتے ہیں: شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ سے اس حدیث کے بارے میں بطورِ استفتاء سوال کیا گیا جس کا جواب حافظؒ نے کچھ اس طرح سے دیا: هذا الحديث أخرجه الحاكم في (المستدرك) وقال: إنه صحيح، وخالفه أبو الفرج بن الجوزي فذكره في (الموضوعات) وقال: إنه كذب، والصواب خلاف قولهما معا وإن الحديث من قسم الحسن لا يرتقي إلى الصحة ولا ينحط إلى الكذب وبيان ذلك يستدعي طولا ولكن هذا هو المعتمد (اس حدیث کی تخریج حاکمؒ نے مستدرک میں کی ہے، اور اس کو صحیح کہا ہے؛ لیکن ابوالفرج بن الجوزیؒ نے ان کی مخالفت کی ہے، اور اس حدیث کا ذکر موضوعات میں کیا ہے، اور ابن الجوزیؒ نے اس حدیث کو ایک کذب قرار دیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں ہی حضرات کا حکم درست نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث حسن کی قسم سے ہے، اور یہ نہ تو صحت تک پہونچ سکتی ہے، اور نہ ہی اسے موضوع قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے بہت طویل کلام کی ضرورت ہے؛ لیکن یہاں بس اسی بات کو معتمد سمجھ لیا جائے۔)

اسی طرح سے حافظ علائیؒ نے بھی اپنی کتاب النقد الصحيح لما اعترض عليه من أحاديث المصابيح صفحہ ۵۵ میں اس حدیث کی تحسین کی ہے۔ حافظ علائیؒ فرماتے ہیں: والحاصل أن الحديث ينتهي بمجموع طريقي أبي معاوية وشريك إلى درجة الحسن المحتج به ولا يكون ضعيفا فضلا عن أن يكون موضوعا ولم أجد لمن ذكره في الموضوعات طعنا مؤثرا في هذين

کے لوگوں کے لئے فقہ کی تعلیم کو جاری رکھا یہاں تک کہ اس وقت عالم اسلام میں فقہاء اور محدثین، علوم قرآنیہ اور عربی زبان کے ماہرین کی کثرت کے اعتبار سے اس شہر کی کوئی نظیر نہیں رہی۔ کیونکہ علی بن ابی طالبؓ نے اسے اپنا دارالخلافت بھی بنالیا تھا، اور ساتھ ساتھ بہت سے طاقتور اور فقیہ صحابہؓ نے کوفہ کا رخ بھی کر لیا تھا۔ امام عجلیؒ نے ذکر کیا ہے کہ صرف کوفہ میں قیام پذیر صحابہؓ کی تعداد پندرہ سو تھی، اور یہ تعداد ان صحابہؓ کے علاوہ کی ہے جنھوں نے اس علاقہ میں قیام کیا اور علم کی نشر واشاعت کی۔ پھر آپ عراق کے باقی شہروں کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر کا رخ کیجئے۔ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کے بڑے بڑے تلامذہ کی تعداد اتنی ہے کہ اگر آپ ان کے سیر تیں کسی خاص کتاب میں جمع کریں تو شاید ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر جائے۔ اس مقام پر ان تمام بزرگوں کے نام بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ان تمام علماء کے بکھرے ہوئے علوم کو ابراہیم بن یزید نخعیؒ نے جمع کیا، اور آپ کی آراء امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے آثار اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں مدون ہیں۔ ائمہ ناقدین ابراہیمؒ کے مراسیل کو صحیح کا درجہ دیتے ہیں۔ امام شعبیؒ جیسا عالم ابراہیمؒ کو اس وقت کے عالم اسلام کے تمام علماء پر ترجیح دیتا ہے۔ امام شعبیؒ کی شخصیت کی عظمت کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں ہے کہ ایک بار ابن عمرؓ نے انھیں مغازی بیان کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "اس شخص کو تو مغازی مجھ سے زیادہ اچھی طرح یاد ہیں اگرچہ میں نے ان میں رسول اللہ کے ساتھ ذاتی طور پر شرکت کی۔"

امام رامہرمزیؒ اپنی کتاب "المحدث الفاصل"[۱۸] میں انس بن سیرینؒ کا

السندین (خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ابو معاویہؒ اور شریکؒ کے طریق کے ساتھ حسن کے درجہ تک پہونچ جائے گی جس سے استدلال کیا جا سکے، اور موضوع ہونا تو دور کی بات، اس حدیث کو ضعیف بھی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ان دونوں سندوں میں مجھے کوئی ایسی موثر جرح نظر نہیں آتی جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے اسے موضوعات میں داخل کر رکھا ہے۔) واللہ اعلم

(۱۸) قاضی حسن بن عبد الرحمن رامہرمزیؒ (۲۶۰-۳۶۰ھ) کی یہ کتاب المحدث الفاصل بین

قول نقل کرتے ہیں: ''میں کوفہ میں داخل ہوا تو چار ہزار لوگوں کو حدیث طلب کرتے ہوئے دیکھا جب کہ چار سو لوگ پہلے ہی سے فقہ میں مہارت حاصل کر چکے تھے۔''

امام طحطاویؒ وغیرہ کے بقول امام ابو حنیفہؒ نے ان تمام علماء کے علوم کو جمع کیا اور پھر اسے فقہ، حدیث، قرآن اور عربی علوم کے تبحر چالیس جلیل القدر فقیہ تلامذہ اور نادرہ روزگار ہستیوں کے مابین ایک فقہ اکیڈمی کے تحت درست انداز سے مسائل میں رد و قدح کے بعد انھیں مدون کر دیا۔

امامِ اعظم کا مقام

اسی امام اعظمؒ کے بارے میں محمد بن اسحاق ندیمؒ-جو آپ کے مذہب کے

الراوي والواعي علمِ اصولِ حدیث پر لکھی گئی سب سے پہلی کتاب مانی جاتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں غالب ظن یہ ہے کہ یہ کتاب علمِ حدیث پر لکھی گئی سب سے پہلی تصنیف ہے، اگرچہ اس طرح کی چیزیں متفرق مقامات پر اس سے پہلے کی تصانیف میں موجود ہیں؛ لیکن یہ اس موضوع پر پہلی جامع، مرتب اور مہذّب کتاب ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مقدمہ المحدث الفاصل صفحہ ۷ ۲از محقق کتاب محمد عجاج الخطیب۔

رامہرمزیؒ کی وفات کے ایک صدی بعد امام خطیب بغدادیؒ کے ذریعہ لکھی گئی کتاب تقیید العلم دراصل اسی کتاب کی اساس پر قائم ہے۔ اِس وقت خطیب بغدادیؒ کی یہ کتاب اس موضوع پر سب سے زیادہ جامع مانی جاتی ہے۔ اسی طرح سے رامہرمزیؒ کی کتاب کا ایک اہم باب درایتِ حدیث سے متعلق ہے۔ یہ اس کتاب کی ایک انتہائی امتیازی اور نمایاں بحث ہے۔ اسی طرح سے رامہرمزیؒ نے تحملِ حدیث، اداءِ حدیث، آدابِ سماعِ حدیث، املاءِ حدیث اور دیگر ضمنی مباحث کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اسے اس موضوع پر تقدم اور مرجعیت کا شرف حاصل ہے۔ شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ خطیب بغدادیؒ کی کتاب الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع اور اسی طرح سے ان کی دوسری کتاب الكفاية في علم الرواية، اور تیسری کتاب تقیید العلم رامہرمزیؒ کی تصنیف کی اساس پر سائر ودائر ہیں۔ اس عاجز کی معلومات کی حد تک اس کتاب کا سب سے اچھا نسخہ وہ ہے جس کی تحقیق محمد عجاج الخطیب نے کی ہے۔

پیروکاروں میں سے نہیں تھے- کا کہنا ہے: ''بر و بحر، مشرق و مغرب، قریب و بعید ہر جگہ علم کی تدوین آپؒ ہی کی برکت سے ہے۔''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں۔[19]''

---

(۱۹) ملک المحدثین، امام الجرح والتعدیل، یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں: القراءة عندي قراءة حمزة والفقه فقهُ أبي حنيفة، وعلى هذا أدركتُ الناسَ۔ (یعنی میرے نزدیک سب سے بہتر قراءت امام حمزہ کی قراءت ہے اور سب سے بہتر فقہ ابو حنیفہ کی فقہ ہے، اور میں نے لوگوں کو اسی پر عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔) ملاحظہ فرمائیں: صلاح الدین صفدیؒ کی کتاب الوافي بالوفيات ج۲۷ ص۹۱-۹۰، اور قاضی ابن خلکانؒ کی وفيات الأعيان ج۵ ص۴۰۹۔ یحیی بن معینؒ کی اس شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانہ سے ہی اللہ نے امام اعظمؒ کی فقہ اور آپ کے مذہب کو جو مقبولیت دی وہ کسی اور مذہب کو حاصل نہیں۔ اس شہادت کی اہمیت اُس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یحیی بن معینؒ کو نقدِ رجال اور علمِ حدیث میں اللہ نے جو مقام دیا ہے وہ بخاریؒ اور بقیہ اصحابِ صحاح تک کو بھی حاصل نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ جیسے حافظِ حدیث نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جرح و تعدیل اور فنِ حدیث میں ابنِ معینؒ ہمارے گروہ میں سب سے آگے ہیں۔ امام ابن المدینیؒ فرماتے ہیں: لا نعلم أحدا من لدن آدم كتب من الحديث ما كتب يحيي بن معين۔ (یعنی ہمیں معلوم نہیں ہے کہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آج تک کسی نے اتنی حدیثیں لکھی ہوں گی جتنی ابن معینؒ نے۔) ملاحظہ فرمائیں: امام مزیؒ کی تهذيب الكمال في أسماء الرجال ج۳۱ ص۵۴۷۔

اسی طرح سے مورخ ابن تغری بردیؒ نے النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ج۲ ص۱۹ میں سفیان بن عیینہؒ کا تبصرہ نقل کیا ہے: شيئان ما ظننتهما يجاوزان قنطرة الكوفة: قراءة حمزة وفقه أبي حنيفة، وقد بلغا الآفاق. (یعنی دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ شاید یہ کوفہ کے پل سے آگے نہ بڑھ سکیں: حمزہؒ کی قراءت اور ابو حنیفہؒ کی فقہ، حالانکہ یہ دونوں ہی دنیا کے چپہ چپہ میں پہونچ چکی ہیں)۔ بہر حال ہمارا مقصد یہاں یہ بتانا ہے کہ مذہبِ حنفی کو اللہ نے عالمی اسلامی نظام بننے کا شرف

امام شافعیؒ

اس کے بعد امام شافعیؒ کا زمانہ آتا ہے۔ انھوں نے ان دونوں مسلکوں کے اہم اصولوں کو لیا اور ساتھ ساتھ مکہ میں اپنے شیوخ سے حاصل کئے ہوئے علوم کے ذریعہ اپنے مسلک میں اضافہ کیا جیسے مسلم بن خالد زنجیؒ سے جنھوں نے ابن جریجؒ سے اور انھوں نے عطاءؒ سے اور عطاءؒ نے ابن عباسؓ سے اخذِ علم کیا تھا۔ چنانچہ مشرق و مغرب امام شافعیؒ کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ سے بھر گیا، اور ان حضرات نے دنیا کو علم سے مالامال کر دیا۔ مصر کے علماء آپ کے علوم اور آپ کے تلامذہ کے علوم سے زیادہ واقف تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امام شافعیؒ نے آخری عمر میں مصر کو اپنا مسکن بنالیا تھا، اور وہاں اپنے جدید مذہب کی ترویج فرمائی، اور یہیں پر آپ مدفون بھی ہوئے۔

اِس مختصر مقالہ میں فقہِ اسلامی کے میدان میں تمام فقہاء کی خدمات کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ تقریباً دو ثلث مسائلِ فقہ میں تمام فقہاء کے مابین اتفاق ہے۔ باقی ایک ثلث میں ہی اِن حضرات کی آراء کا اختلاف دائر ہے۔ اِن حضرات کے دلائل اہلِ فقہ کی کتابوں میں مدوّن ہیں۔

پاگل مجتہدین

اگر بعد کے زمانہ میں کوئی شخص آئے اور ان طاقتور بنیادوں پر قائم مذاہب کو رد کرنے کی دعوت دینے لگے اور اس کی جگہ پر کوئی نیا اجتہاد لانے کی کوشش کرے، اور اپنی امامت غیر مقلدیت کے ذریعہ مضبوط کرنے کی کوشش کرے جس کے پیچھے حصولِ شہرت کے سوا کوئی اور سبب کار فرمانہ ہو، تو یقیناً مذاہبِ اربعہ اور اس کے مقلدین محوِ حیرت ہو جاتے

عطا کیا اور تقریباً نوے فیصد اسلام میں ملوک و سلاطین اور خلفاء اور امراء اسی مذہب کے متبع تھے، اور جو ہمہ گیریت، وسعت، اور متغیر حالات سے نمٹنے اور نئے چیلنجوں کا سامنا کرنے کی صلاحیت اس مذہب میں ہے اتنا کسی اور دوسرے مذہب میں موجود نہیں ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس موضوع پر کسی مقام پر کافی تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

ہیں اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اس طرح کے وساوس اور نفسانیت والے شخص کو کس لقب سے ملقب کرنا چاہئے؟ آیا ایسے شخص کو بالکل مجنوں قرار دیا جائے، یا یہ کہ اس شخص کو کسی پاگل خانے میں داخل کر دیا جائے، یا اسے پاگلوں اور عقلمندوں کے درمیان مذبذب سمجھا جائے، یا ایسے شخص کو پاگلوں کا عقلمند یا عقلمندوں کا پاگل قرار دیا جائے؟

دشمنانِ دین کا منحوس مقصد

کافی دنوں سے ہم اس طرح کے نعرے ایسے لوگوں کی زبانی سن رہے ہیں جن کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ انھیں کسی ایسے شرعی ڈاکٹر کی ضرورت ہے جو ان کی عقل کے کھوکھلے پن کو ظاہر کر سکے، پھر اس کے بعد ان کے مجتہدین کے اجتہادات کو تہ و بالا کر دینے والے ذاتی اجتہاد کے کھوکھلے دعووں کی خبر لے۔ اگر ہم یہ بات مان بھی لیں کہ ان کے پاس کچھ عقل ہے، اس کے باوجود ہم یہ ضرور کہیں گے کہ ان کی کرتوتوں کے پیچھے دینِ حنیف کے دشمنوں کا ہاتھ ہے جن کا منحوس مقصد ملتِ اسلامیہ کے دینی اور دنیوی امور کے دھارے کو موڑ کر انتشار پیدا کرنا ہے؛ تاکہ طلوعِ اسلام سے لے کر آج تک جو اخوت ان کے مابین موجود ہے اس کی جگہ ان میں آپسی لڑائی اور اختلاف، باہمی عداوت اور لعن و طعن کا دروازہ کھل جائے۔

عدمِ تقلید کم علمی کا سبب

ایک سنجیدہ مسلمان اس طرح کے پروپیگنڈہ سے کبھی بھی دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ لیکن جب اس کے کانوں میں تابعین کے زمانہ سے لے کر آج تک توارث کے مطابق دینِ اسلامی کے اصول و فروع کی حفاظت کرنے والے ائمہ سے دور رہنے کی آواز پڑے، یا اسے یہ سننے میں آئے کہ اہلِ حق کے مذاہب کی تحقیر کی جارہی ہے، تو ایسے حالات میں اس پروپیگنڈہ کے سر چشمہ اور اس فتنہ کی اصل جڑ کا پتہ لگانا ضروری ہو جاتا ہے۔ غیر مقلدیت کا پروپیگنڈہ صرف ایسا ہی شخص کر سکتا ہے جس نے علومِ اسلامیہ کا گہرائی سے مطالعہ نہ کیا ہو۔ ایسا

پروپیگنڈہ صرف وہی مصنوعی مسلمان کر سکتا ہے جو مسلم علماء کی صفوں میں گھس کر علومِ اسلامیہ کے چند بنیادی مسائل بعض علماء سے سیکھ کر اس زعم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اب اس کے اندر اپنے آقاؤں اور دشمنانِ اسلام کی خدمت کا ملکہ حاصل ہو گیا ہے۔ جب ایک سنجیدہ مسلمان اس خبیث پروپیگنڈہ کے داعی کی شخصیت پر غور کرتا ہے، تو اسے یہ بات کھلے طور پر نظر آجاتی ہے کہ ایسا شخص مسلمانوں کے اندیشوں اور ارمانوں کا صرف ظاہر میں شریک نظر آتا ہے؛ اور یہی نہیں بلکہ یہ ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھائے ہوئے نظر آتے ہیں جن سے مسلم سماج دور بھاگتا ہے، اور ایسے لوگ کھلم کھلا ہر قدیم روایت کی مخالفت کرتے ہیں؛ ہاں ان کو صرف وہ چیزیں راس آتی ہیں جو انھیں مغرب سے ملتی ہیں جہاں انسانی اقدار کو پامال کیا جاتا ہے۔ اور یہ لوگ اس زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اب یہ لوگ اپنے آقاؤں کی خدمت کے اہل ہو گئے ہیں۔ جب ایک مسلمان کو اس طرح کے لوگوں کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے، تو اسے اس بات کا بھی علم رکھنا ضروری ہے کہ اسلامی سماج کو اس بدترین ہنگامے کے بارے میں اربابِ حل وعقد کو متنبہ کر کے کس طرح نجات دیا جا سکتا ہے۔ حق ہمیشہ بلند رہتا ہے، حق کو کوئی بھی چیز کبھی بھی مغلوب نہیں کر سکتی ہے۔

تصویبِ مجتہدین

جو شخص عوام کو ائمہ متبوعین کے مذاہب کو پس پشت ڈالنے کی جانب دعوت دیتا ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ تمام استنباطات میں ائمۂ مجتہدین کی تصویب کا قائل ہے، اور انسان کے لیے کسی ایک قابل اتباع خاص مجتہد کی آرا پر اکتفا کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قول معتزلہ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔[۲۰] رہا مسئلہ صوفیاء کا تو وہ بھی مجتہدین کی تصویب

(۲۰) یہ قول عبد اللہ بن الحسن عنبری معتزلی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ غور کیا جائے تو واقعی یہ قول بالکل ساقط اور مردود لگتا ہے۔ دیگر معتزلی علماء نے بھی عنبری کے اس قول کو پسند نہیں کیا۔ امام غزالیؒ نے اپنی معروف کتاب المستصفی من علم الأصول میں ج ۴ ص ۹ ۳۹ پر اس قول پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور بہت سخت رد کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: وقد استبشع إخوانه- من

کے قائل ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک مجتہد پر انحصار کئے بغیر ان کے عزیمت والے اقوال پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

نور الدین شہیدؒ کے زمانہ کے امام ابوالعلا صاعد بن احمد بن ابو بکر رازیؒ اپنی کتاب "الجمع بين التقوى والفتوى من مهمات الدين والدنيا" میں اسی جانب اشارہ کرناچاہتے ہیں۔اس کتاب میں مصنفؒ ابوابِ فقہ میں ائمہ اربعہ کے اقوال میں سے الگ الگ دو طرح کے مسائل بیان کرتے ہیں: ایک وہ جسے فتوی کہا جاتا ہے اور دوسرا وہ جسے تقوی کہا جاتا ہے۔اس میں نفس پرستی کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ یہ تو محض تقوی ہے۔

مجتہد کا انتخاب

معتزلہ کی جانب جو رائے منسوب کی جاتی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مجتہد کو مجتہدین کی جو رائے بھی اچھی لگے اسے اختیار کر لینے کا جواز ہے۔ لیکن صحیح اور تحقیقی بات یہ ہے کہ ایک غیر مجتہد شخص کو اپنے دین کے لیے کسی ایسے مجتہد کا انتخاب کر لینا چاہیے

المعتزلة-هذا المذهب فأنكروه وأولوه وقالوا: أراد به اختلاف المسلمين في المسائل الكلامية التي لا يلزم فيها تكفير، كمسألة الرؤية، وخلق الاعمال، وخلق القرآن، وإرادة الكائنات لان الآيات والاخبار فيها متشابهة وأدلة الشرع فيها متعارضة، وكل فريق ذهب إلى ما رآه أوفق لكلام الله وكلام رسوله عليه السلام وأليق بعظمة الله سبحانه وثبات دينه، فكانوا فيه مصيبين ومعذورين. (اس کے ہم مشرب معتزلہ نے بھی اس مسلک کو قبیح قرار دیا ہے، اور اس پر نکیر کی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اس سے اس کی مراد ان کلامی اور اعتقادی مسائل میں مسلمانوں کا اختلاف ہے جس میں تکفیر لازم نہ آئے، جیسے رویتِ باری کا مسئلہ، اعمال اور اسی طرح سے قرآن کے مخلوق ہونے کا مسئلہ، اور کائنات کے بارے میں ارادہ خداوندی، کیوں کہ ان مسائل میں آیات اور احادیث متشابہ ہیں، اور دلائلِ شرعیہ میں بھی تعارض پایا جاتا ہے، اور ہر گروہ نے جس نظریہ کو کلام اللہ اور کلامِ رسول کے زیادہ شایانِ شان، اور عظمتِ باری اور اپنے دین کے ثبات کے بارے میں سب سے زیادہ مناسب سمجھا اسی کو اختیار کیا۔ لہذا ایسے لوگ اس سلسلہ میں مصیب اور معذور سمجھے جائیں گے۔)

جسے وہ سب سے بڑا عالم اور متقی تصور کرتا ہو اور پھر ہر ہر چھوٹے بڑے مسئلہ میں اس کے فتوی کی اتباع کرنی چاہیے۔ رہا مسئلہ ہر امام کے اقوال میں سے رخصتوں کو تلاش کرنا اور پھر من مانی ائمہ کی آراء کو اخذ کرنا تو یہ محض نفس پرستی کے اور کچھ نہیں ہے، اور اس طرح کا نظریہ کسی طرح سے بھی دینداری پر مبنی نہیں ہو سکتا، اس کا جواز پیش کرنے والا کوئی بھی ہو۔

اسی وجہ سے امام ابو اسحاق اسفرائینیؒ مطلقاً مجتہدین کی تصویب کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اس کا آغاز سفسطہ سے ہوتا ہے اور اس کا انجام زندقہ ہے۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ائمۂ کرام کے اقوال نفی اور اثبات کے درمیان دائر ہوتے ہیں۔ نفی اور اثبات کی صورت میں بیک وقت صحت دونوں کے ساتھ کیسے مجتمع ہو سکتے ہیں۔

ہاں جو شخص ایک مجتہد کی تمام آراء میں تقلید کرتا ہے، تو وہ ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے، چاہے اس کے مجتہد نے صحیح مسئلہ بتایا ہو یا غلط۔ کیونکہ حاکم جب اجتہاد کرتا ہے اور پھر صحیح نتیجہ تک پہنچتا ہے تو اسے دو اجر ملتا ہے، اور جب وہ اجتہاد کرتا ہے اور اس میں اس سے غلطی ہو جاتی ہے تو اسے ایک اجر ملتا ہے، اس مفہوم میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔[۲۱]

مجتہد کی تقلید کے جواز پر امتِ مسلمہ کا اجماع

طلوعِ اسلام سے لیکر آج تک پوری امت کا اس بات پر عملی اجماع رہا ہے کہ اگر مقلد کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہے تو وہ ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے مجتہد سے غلطی ہو گئی ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ مجتہد، اس کی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے، ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے، تو پھر اسے ایک اجر کیوں ملتا؟ مُصَوِّبہ کے بارے میں امام ابو اسحاق اسفرائینی کی بات بالکل صحیح ہے۔ اس بات کی ہزاروں دلیلیں موجود ہیں؛ لیکن اس بات کو یہاں توسع سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

---

(۲۱) حضرت عمرو بن العاص سے ایک متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إذا حكم الحاكم فاجتهد، ثم أصاب فله أجران، وإذا حكم فاجتهد، ثم أخطأ فله أجر.

اگر مذہبیت اور تقلید کو مسترد کرنے کی دعوت دینے والے حضرات ائمۂ متبوعین کے بارے میں یہ سوچتے ہیں کہ یہ حضرات امتِ مسلمہ کے درمیان اختلاف اور افتراق کے اسباب و عوامل ہیں اور یہ کہ آج تک سارے مجتہدین خطا پر تھے، اور یہ شخص آخری زمانہ میں آکر طلوعِ اسلام سے لیکر آج تک امت مسلمہ پر مخفی کسی مسئلہ کے بارے میں ان پر استدراک کر رہا ہے، تو یہ یقیناً انتہائی درجہ کی دھاندھلی اور مجازفت ہے۔

ہمیں بارہا اس پروپیگنڈہ کے حاملین کی زبانی یہ بات سننے کو ملتی ہے کہ احادیث میں صحیح اخبارِ آحاد کی کوئی اہمیت نہیں، اسی طرح سے اجماع، قیاس، اور اہلِ استنباط کے یہاں معتبر قرآنی دلالات کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔

یہ لوگ اخبارِ آحاد کو ضعیف قرار دے کر حدیث کی کتابوں، صحاح اور سنن، جوامع اور مصنفات و مسانید نیز تفسیر بالروایت وغیرہ سے دور بھاگتے ہیں، اس طرح سے جب یہ دروازہ بند ہو جائے گا تو اسلام میں کوئی فطری معجزہ رہے گا اور نہ ہی ان سے احکامِ شرعیہ کا استنباط کیا جا سکے گا۔ کیا اس شیطانی راستہ پر دشمنانِ اسلام کے دام میں پھنسے ہوئے کسی مسلم کے علاوہ کوئی اور چل سکتا ہے؟

جبکہ صحیح خبر اُحاد کا معاملہ یہ ہے کہ اگر تعددِ طرق موجود ہو، تو اس کو ایک تواتر معنوی حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ مُحتف بالقرائن ہونے کی صورت میں خبرِ واحد سے حصول علم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اہلِ علم یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ صحیح کی غیر منتقد احادیث انھیں محتف بالقرائن احادیث میں سے ہیں۔

غیر مقلدین اور اجماع کا انکار

اجماع کا انکار کر کے یہ لوگ جمہورِ اہلِ حق کے مذہب سے نکلنا چاہتے ہیں، اور اسلام سے خارج خوارج اور سرکش روافض کی جانب میلان رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ قیاسِ شرعی کی نفی کر کے، یہ لوگ اپنے اوپر اجتہاد اور علت کے مختلف مانوس اور مالوف طریقوں کا دروازہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح سے یہ لوگ قیاس کے منکرین خوارج اور

روافض، اور جمود کے شکار اہلِ ظاہر کے گروہ سے جا ملتے ہیں۔

یہ لوگ اہلِ استنباط کے نزدیک معتبر قرآنی دلالتوں کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔ یہ لوگ آغازِ اسلام سے لے کر آج تک مفاہیم کے قائل اور اس کے منکرین کے مابین متفقہ طور پر باطل قرار دیے گئے حکمِ غالب کے قائم مقام قیود کو بہت سے احکامِ قطعیہ میں تبدیلی لانے کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ یہ حضرات عرف کو امت مسلمہ کے فقہاء کے مابین معروف مفہوم کے علاوہ کسی اور مفہوم میں استعمال کرتے ہیں جب کہ ایسے لوگ مصر میں بعض مستشرق یہودیوں کے ذریعہ عملِ اہل مدینہ وغیرہ کے باب میں پھیلائی گئی غلط فہمی کا شکار نظر آتے ہیں۔ اسی طرح سے یہ لوگ مصالحِ مرسلہ کے بارے میں اعتراض کرتے ہیں۔ مصالحِ مرسلہ کو ہم نے اپنے مقالہ "شرع الله في نظر المسلمين" میں کچھ حد تک واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

غیر مقلدیت کا رواج اور جامعِ ازہر کی خاموشی

یہ سب جامعِ ازہر کے آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے [۲۲]، اور یہاں کے اربابِ حل وعقد خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ اس طرح کی شرمناک حرکتوں پر سنی جامع ازہر کے لیے خاموش رہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا؛ کیونکہ اس کی بنیاد بادشاہ ظاہر بیبرسؒ اور ان کے صالح امراء کے زمانہ سے تقوی پر رکھی گئی ہے۔ ان عظیم ہستیوں نے جامعِ ازہر کو اہل سنت والجماعت کے

(۲۲) جامعِ ازہر جس کی بنیاد اشعریت اور اتباعِ مذاہب پر رکھی گئی ہے آج وہیں سلفیت در انداز ہونے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ اطلاعات کے مطابق اس وقت کئی سارے سلفی جامعہ کے اندر بحیثیتِ استاذ پڑھا رہے ہیں، وہاں کی علمی فضا کو مسموم کر رہے ہیں، اور سلفی ایجنٹ کے طور پر کام بھی کر رہے ہیں۔ عالمِ عرب میں ازہر کا مقام وہی ہے جو عالمِ عجم میں دار العلوم دیوبند کا۔ ازہر کی اتنی آزادی اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ جو قلعہ اسلام کی حفاظت کے لیے بنایا گیا ہو، اگر اسی میں رخنہ آجائے تو پھر ملت کی حفاظت کون کرے گا؟ ہمیں امید ہے کہ شیخ احمد الطیب ازہر کے موجودہ علمی قائد، اور شیخ علی جمعہ، مفتیِ مصر، ازہر کے وقار کو بحال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔

لئے علم کا ایک قلعہ بنایا تھا جس کے ذریعہ ان حضرات نے دینِ اسلامی کی احیاء کا فریضہ انجام دیا۔ اور آج تک اسلام کے تمام بادشاہوں نے انھیں بنیادوں پر اس کی نگہداشت کی۔ لہذا جامع ازہر کا دروازہ ائمۂ اربعہ کے مقلدین کے علاوہ لوگوں کے لئے بند رکھا گیا۔ ان حضرات نے اس علمی مرکز پر اس عظیم مقصد کے لیے جو دولت صرف کی ہے وہ حصر سے بالاتر ہے۔ بادشاہ فواد اول نے جامعِ ازہر کو اس عظیم بنیاد پر قائم کرنے میں ایک بڑا رول ادا کیا تھا۔ دینِ اسلام کے دامن کو مضبوطی سے تھامنے والی ہر حکومت و سلطنت نے اس ادارہ کے لیے اسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر طرح سے تعاون کا دروازہ ہمیشہ کھولے رکھا۔

اگر اس جدید پروپیگنڈہ کے علمبردار دورِ حاضر کے کسی ایسے خاص شخص پر اجتہاد کو منحصر کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جو غیر معروف صلاحیتوں کا حامل ہو، اور پھر وہ اسلام کے جلیل القدر ائمہ کے مدوّن اور مقبول مذاہب کو مٹاکر اس ایک شخص کی آراء کے سامنے تمام لوگوں کو سرِ تسلیم خم کرنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، تو یقیناً ان کو اپنے غلط مقصد میں کامیابی مل جائے گی۔ (۲۳)

ہر طرح سے آزادئ رائے کی آواز اٹھانے والا شخص اپنے اجتہاد کے مدعی معاصرین کو اجتہاد کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ ایسا شخص مجبور ولاچار اور آزادی سے دور عوام کے

---

(۲۳) آج عالمِ عرب میں تمام مذاہب وعقائد کو مٹاکر اور سارے علماء اور فقہاء کی عظمت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محض چند علماء مثلاً ابن تیمیہؒ، ابن القیمؒ، قاضی شوکانیؒ، محمد بن عبد الوہابؒ، اور ناصر الدین البانیؒ وغیرہ کی تقدیس پر لوگوں کو مجبور کیا جارہا ہے اور انھیں کی دینی تشریحات اور تفہیمات کو اصل دین کی شکل میں اس طرح پیش کیا جارہا ہے جیسے کہ یہ منزل من اللہ ہوں۔ لاکھوں ڈالر اور ریال اس غلط مقصد کے لیے استعمال کیئے جارہے ہیں، اور اس طرح سے دشمنانِ اسلام کو خوش ہونے کے لیے کافی مواقع فراہم کئے جارہے ہیں۔ جو رقم اشاعتِ اسلام اور عالمِ اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے صرف ہونی چاہئے، وہ ایک کھوکھلے اور مشکوک مسلک اور مشن، نیز مسلمانوں میں فتنہ پروری کے لیے صرف کی جارہی ہے۔ فیاللعجب۔ یاد رہے امریکہ سلفی مذہب کی خوب تایید کرتا ہے؛ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ یہ مذہب امتِ مسلمہ کے قلب میں ایک چبھی ہوئی تیر کے مانند ہے۔ العیاذ باللہ

سامنے اپنی من مانی اور خود ساختہ مسائل پیش کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ آخر مطلق آزادی کے علمبر دار حضرات مقلد عوام کو اپنے لیے مجتہد کا انتخاب کرنے سے کیوں روکنا چاہتا ہیں؟ جب کہ اسلام کے روشن دور میں انھیں ائمۂ مجتہدین پر لوگ اعتماد کیا کرتے تھے۔ آخر اس تاریک ترین دور میں ائمۂ مجتہدین پر کیوں اعتماد نہیں کیا جاتا؟ یہ کچھ ایسے سوالات ہیں جس کا بظاہر کوئی جواب نہیں بن پاتا۔

غیر مقلدین شہرت و نمود میں اندھے

خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ اس بدترین پروپیگنڈہ کرنے والے افراد کے حالات کا جائزہ لیں گے، تو آپ کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ لوگ کسی مانوس چیز سے انسیت نہیں رکھتے، اور نہ ہی ان کو کسی جانی پہچانی چیز میں کوئی دلچسپی ہے؛ بلکہ شہرت اور نام و نمود نے انھیں اندھا کر دیا ہے۔ یہی نہیں؛ بلکہ ایسے لوگوں نے مجبور اور لاچار مشرقی ممالک کے خلاف حملہ آوروں سے ساز باز اور گٹھ جوڑ تک کر لیا ہے۔ چنانچہ ان کا یہ پروپیگنڈہ فساد کے سرچشمہ سے نکلنے والے الحاد کی آواز ہے۔ لہذا اربابِ بست و کشاد کو اس خطرہ کی جڑ کی نشاندہی کی کوشش کر کے اس فتنہ کو از سر نو مٹا دینا چاہئے۔ یہ بدترین پروپیگنڈہ صرف ایک لادینیت کا دروازہ ہے، اور افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے ممالک اس کا شکار ہو کر الحاد میں مبتلا ہو گئے اور سیہ بختی ان کا مقدر بن گئی۔ [۴۴] ایک مومن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔ عقلمند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ اور اللہ صرف حق بات بتاتا ہے اور وہی سیدھے راستہ پر چلاتا ہے۔

---

(۴۴) بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امام کوثریؒ مبالغہ سے کام لے رہے ہیں؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرورِ ایام کے ساتھ اس طرح کے اہلِ بدع اور اصحابِ ہوی کے مذہب کو فروغ ملتا جا رہا ہے، جس سے امام کوثریؒ کے غایتِ فراست، دقیق دینی فہم اور گہری سوچ کا علم ہوتا ہے اور دن بدن یہ تلخ حقیقت اور بھی واضح ہوتی جا رہی ہے۔ غیر مقلدین اور وہابی حضرات کے مذاہبِ فقہاء پر طعن کرنے کی وجہ سے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ لوگوں کا ایک طبقہ بہت ہی خطرناک فکری زیغ کا شکار ہوتا جا رہا ہے، اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ نظریہ علمانیت اور سیکولرزم کا دروازہ بن جائے گا جب کہ اوپر سے اس پر اسلام کا لبادہ ہوگا، جو کہ واقعی ایک خطرناک بات ہے۔

فہرستِ مراجع

- إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة
لأحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري
تحقيق: أبوتميم ياسر بن إبراهيم

- الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان
تأليف: علاء الدين علي بن بلبان الفارسي
تحقيق: شعيب الأرنؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة

- إعلام الموقعين عن رب العالمين
المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب ابن قيم الجوزية أبو عبد الله
المحقق: مشهور بن حسن آل سلمان أبو عبيدة

- تقريب التهذيب
المؤلف: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني أبو الفضل شهاب الدين
تحقيق الشيخ محمد عوامة

- تهذيب الكمال في أسماء الرجال
المؤلف: جمال الدين أبو الحجاج يوسف المزي
المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: مؤسسة الرسالة

- الرد على الإخنائي
لأحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيمية الحراني أبو العباس تقي الدين، تحقيق: أحمد بن مونس العنزي

- السلفية:مرحلة زمنية مباركة لا مذهب اسلامي
للشيخ محمد رمضان البوطي

- عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، تأليف: أحمد بن عبدالرحيم الدهلوي تحقيق: محمد بن علي الحلبي الأثري

الناشر: دار الفتح - الشارقة - الطبعة: الأولى - سنة الطبع: ١٤١٥هـ

- الفقيه والمتفقه
  أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي أبو بكر
  المحقق: عادل بن يوسف العزازي

- موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الإمام مسلم
  المؤلف: شبير أحمد العثماني - محمد تقي الدين العثماني
  الناشر: دار إحياء التراث العربي

- الفتاوى الكبرى
  المؤلف : تقي الدين أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيمية الحراني
  المحقق : محمد عبد القادر عطا - مصطفى عبد القادر عطا
  الناشر : دار الكتب العلمية

- فيض الباري على صحيح البخاري
  أمالي الامام الحافظ الحجة محمد انور شاه الكشميرى، طبعة دهلي

- اللآلئ المصنوعة في الأحاديث الموضوعة
  المؤلف: عبد الرحمن السيوطي جلال الدين، الناشر: دار المعرفة
  سنة النشر: ١٣٩٥ — ١٩٧٥

- المبسوط، للإمام شمس الأئمة أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي الفقيه، مطبعة السعادة - مصر - ١٣٣١ هـ

- مجموع فتاوى شيخ الإسلام أحمد بن تيمية
  المؤلف: أحمد بن عبد الحليم بن تيمية
  مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف

- المدونة الكبرى للإمام مالك رواية سحنون
  المؤلف: مالك بن أنس، الناشر: دار الكتب العلمية

- المستصفى من علم الأصول

المؤلف: حجة الإسلام أبو حامد الغزالي، تحقيق: حمزة بن زهير حافظ

- المُسوَدة في أصول الفقه
  المصنف: آل تيمية (تتابع عليه ثلاثة من الأئمة الأفذاذ من آل تيمية)
  تاليف: مجد الدين، أبو البركات، عبد السَّلام بْنُ عبد الله بن الخضر
  شهاب الدين، أبو المحَاسن، عبد الحَليم بْن عَبد السَّلام
  تَقيُّ الدين، أحمد بنُ عبد الحليم بن تيمية الحراني ثم الدمشقي
  تحقيق: محمد محيى الدين عبد الحميد
  الناشر: مطبعة المدني - القاهرة

- المصنف لابن أبي شيبة
  أبي بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي (ت٢٣٥هـ)
  تحقيق الشيخ محمد عوامة

- النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة
  ليوسف بن تغري بردي الأتابكي جمال الدين أبو المحاسن
  قدم له وعلق عليه : محمد حسين شمس الدين، الطبعة الأولى، ١٤١٣ هـ - ١٩٩٢ م

- النقد الصحيح لما اعترض عليه من أحاديث المصابيح
  الحافظ صلاح الدين خليل بن كيكلدي العلائي
  تحقيق : الدكتور عبد الرحيم بن محمد القشقري

- الوافي بالوفيات
  لصلاح الدين خليل بن أيبك الصفدي
  الناشر: دار إحياء التراث العربي

- وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان
  للقاضي المورخ أحمد بن محمد بن أبي بكر بن خلكان أبو العباس شمس الدين، دار صادر - بيروت - ١٩٧٢ م

فرقۂ بریلویت
پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ

اسلامی فرقے
ایک جائزہ

سیرۃ النبی الامین
(فی ضوء الاسئلۃ والاجوبۃ)